ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰه

راہِ سلوک پر گامزن یارانِ طریقت کیلئے اپنے عنوان پر لکھی جانے والی ایک راہبر و راہنما تصنیف

نعم الایجاب و بئس السلب
فی اثبات حرکۃ القلب

حیاتِ قلب و لطائف و حرکۃ قلب کا ثبوت قرآن و سنت اور افکارِ صوفیا کی روشنی میں

مؤلف

محقق ابن محقق، مفتی ابن مفتی

پیر طریقت رہبر شریعت

تقدیم

علامہ مفتی غلام حسین سیفی حفظہ اللہ

ناشر

اویسیہ سیفیہ اسلامک ریسرچ سنٹر

اشاعت اہتمام

السیف فاؤنڈیشن لاہور

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللہ

راہِ سلوک پر گامزن یارانِ طریقت کیلئے اپنے عنوان پر لکھی جانے والی ایک راہبر و راہنما تصنیف

نعم الایجاب و بئس السلب

فی اثبات حرکۃ القلب

حیات قلب و لطائف و حرکۃ قلب کا ثبوت قرآن و سنت اور افکار صوفیا کی روشنی میں

مؤلف:

محقق ابن محقق، مفتی ابن مفتی
پیر طریقت رہبر شریعت
علامہ صاحبزادہ سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی حفظہ اللہ تعالیٰ

تقدیم: علامہ مفتی غلام حسین سیفی حفظہ اللہ

ناشر: اویسیہ سیفیہ اسلامک ریسرچ سنٹر

اشاعت اہتمام: السیف فاؤنڈیشن لاہور
0321-2853528

نام کتاب: نعم الایجاب وبئس السلب فی اثبات حرکۃ القلب

مصنف: احقر العباد تراب اقدام الاولیاء فقیر

علامہ سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی حفظہ اللہ تعالیٰ

تقدیم: حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حسین سیفی حفظہ اللہ تعالیٰ

کمپوزر: علامہ ڈاکٹر محمد افضل سیفی

ناشر: اویسیہ سیفیہ اسلامک ریسرچ سنٹر کراچی

سعادت اہتمام: السیف فاؤنڈیشن لاہور 0321-2853528

تاریخ: جمادی الثانی، ۱۴۳۹ھ، بمطابق اپریل، ۲۰۱۸ء

قیمت: 200 روپے۔

حسن ترتیب

	عنوانات	نمبر شمار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پہلے مجھے پڑھیے

خاکپائے اخندزادہ مبارک فقیر علامہ غلام حسین سیفی

عربی زبان کا معروف مقولہ ہے الناس اعداء لما جھلوا۔ کہ لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جس کو وہ خود نہ جانتے ہیں، دیگر طبقات کے ساتھ ساتھ ہمارے زمانہ میں اہل تصوف و طریقت ہونے کا دعویٰ کرنیوالے بہت سے حضرات بھی اسی مشکل کا شکار ہیں۔

طریقت کے جو معاملات انکی دسترس، اپروچ، رسائی سے بالاتر ہیں۔ جو مقامات انکی پہنچ سے دور ہیں وہ جن میدانوں کے شہسوار ہی نہیں۔ وہ ان کی طرف آنے کے لئے کوشش کرنے کے بجائے سرے سے ان مقامات عالیہ کا انکار ہی کر دیتے ہیں کہ تصوف وطریقت تو بس یہی ہے جو ہم نے سمجھا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب بھی کسی علم وفن کے کسی قاعدہ، ضابطے، مسئلے، الجھن کے حوالے سے گفتگو ہوتی ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ اس فن کے ماہرین کی آرا کو سمجھا جائے۔ مثلاً اگر مسئلہ نحو کا ہے تو امام سیبویہ، ابن جنی، ابن حاجب، جار اللہ زمخشری و دیگر محققین کا قول اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے تلاش کرنا پڑیگا۔ وہی قول اس مسئلہ کی دلیل بھی بنے گا۔ اسی طرح فقہ میں امام ابوحنیفہ ابو یوسف، محمد، حسن بن زیاد، زُفر، طحاوی، برھان الدین مرغینانی، صاحب قدوری، ابن الھمام، ابن نجیم، اور زمانہ قریب کے فقہا، بالخصوص امام اہل سنت اعلحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا کے قول کو بطور حجت ودلیل کے طور پر لایا جاتا ہے۔

اسی لئے جب تصوف کے کسی مسئلہ میں اختلاف ونزاع ہو یا تشکیک وابہام ہو تو ضروری ہوگا کہ ارباب تصوف، ائمہ تصوف، امام قشیری، امام سلمی حضرت حسن بصری، حضرت حبیب عجمی، شیخ عبدالقادر جیلانی، داتا علی ہجویری، قندیل نورانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

،مرزا مظہر جانِ جاناں رحمھم اللہ علیہم، کے قول کو بطور سند، حجت و دلیل پیش کیا اور مانا جائیگا۔

بدقسمتی سے فی زمانہ لوگ ارباب فن کے اقوال کو دیکھئے تحقیق کیے بغیر اس بات کے قائل ہیں کہ قلب جاری ہونا کوئی حقیقی بات نہیں۔

کیونکہ انکے زعم کے مطابق قلب (دل) تو ہر چیز کا ہی جاری ہوتا ہے یعنی حرکت کر رہا ہوتا ہے۔ عجب تماشا یہ ہے کہ وہ اشرف المخلوق کے دل کی حرکت، اور حیوانات کے قلب کی حرکت کو برابر جانتے ہیں۔

حالانکہ تصوف میں جس قلب (دل) کی بات ہوتی ہے وہ یہ قلب نہیں بلکہ لطیفہ قلب ہے۔ احیاء العلوم عجائبات قلب کا بیان تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔

جب اس لطیفہ قلب پر ذکر، عبادت، تلاوت کے انوار کا نزول ہوتا ہے اس کی وجہ سے معروف قلب (دل) حرکت کرتا ہے۔ یعنی حرکت تو یہ پہلے بھی کرتا تھا مگر اب اس حرکت میں اللہ کی یاد شامل ہوگئی ہے۔ یہی بات تو اشرف المخلوقات کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔

زیر نظر کتاب میں قبلہ حضرت صاحبزادہ عبدالحق شاہ صاحب نے دلائل و براھین اور ارباب سلوک وائمہ تصوف کے اقوال واحوال سے نہ صرف قلب کی حرکت کا اثبات کیا ہے بلکہ دیگر لطائف کی حرکات کا ثبوت بھی دیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ ذکر کے دوران بدن پر جو کپکپی اور لرزہ طاری ہوتا ہے اس پر بھی دلائل دیئے ہیں۔ یہ قریباً 25-24 سال قبل کی بات ہے جب ہم دارالعلوم قمرالاسلام میں شعبہ حفظ کے طالبعلم تھے اس وقت ہم فیضان مدینہ جاتے اور حضرت صاحب کے قریب ہی سامنے بیٹھتے تھے۔ جب ذکر کے لئے لائیٹس بند ہوتی تھی تو یقین جانیے کہ بیشمار خوش نصیب ایسے ہوتے تھے کہ جن پر ذکر کے دوران وجد وجذب کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اور قبلہ حضرت کے پرانے رفقاء ان ایام کو دعوت اسلامی کے سنہری ایام میں شمار کرتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ایک ویڈیو انٹرنیٹ پر عام ہوئی ہے جس میں حضرت قبلہ مولانا الیاس قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ رمضان المبارک کے اختتامی لمحات میں دھاڑیں مار مار کر رو

رہے ہیں، اگر فرقت رمضان کے غم کے اتنے اثرات ہو سکتے ہیں کہ انسان بے قابو بھی ہو جائے اور رو رو کر نڈھال بھی، تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے انوار و تجلیات جب قلب پر اترتے ہیں، تو پھر کیا کیفیت ہونی چاہئے۔ یہ تو سلسلہ مبارکہ کے بانی حضرت قیوم الزماں اخندزادہ سیف الرحمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ، برکت اور فیضان ہے کہ آپ کے مریدین و وابستگان میں انوار جذب کرنے کی صلاحیت اتنی ہے کہ انوار و معرفت کے سمندروں کے سمندر پی جاتے ہیں اور کسی کو خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

لوگ رہتے ہیں زمانے میں کچھ ایسے بھی تو اب
جس کو چاہتے ہیں اسے رب سے ملا دیتے ہیں
جس قلب کی آہوں نے دل پھوک دیئے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہو گی

اس منفرد کتاب میں حسب ذیل نکات کی وضاحت کی گئی ہے جس کی تفصیل آپ آنیوالے صفحات میں پڑھیں گے۔

1۔ تصوف، پیری، مریدی، معرفت، حقیقت باقاعدہ ایک فن و علم ہے جس کا ایک نظام العمل ہے۔ چند لسانی اذکار جن میں طہارت باطنی کا دور دور تک ذکر نہ ہو، تزکیہ، تصفیہ باطنی امراض کے خاتمے، خدا اور بندے کے درمیان پائے جانے والے حجابات کو دور کرنے کا کوئی عملی طریقہ کار نہ ہو۔ ہرگز تصوف نہیں۔

2۔ بعض روایات اگر کتب احادیث میں نہ ہوں اور کتب صوفیا میں ہوں تو انکو تسلیم کرنا چاہئے اس حوالے سے اعلحضرت مجدد دین وملت کا فتویٰ اور وضاحت فتاویٰ رضویہ سے نقل کیا گیا ہے۔

3۔ کوئی شخص اگر کسی مقام سے واقف نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ یہ کہا کرے کہ مجھے علم نہیں، یہ ہرگز نہ کہے کہ ایسا کچھ نہیں۔ کیونکہ علم نہ ہونا کسی شے کے نہ ہونے کی دلیل

نہیں ہے۔

4۔ ظاہری علم اور ظاہری احکام، ظاہر پر لاگو ہونے والے شریعت کے علاوہ باطنی علم، اور باطن سے تعلق رکھنے ولالے احکام بھی قرآن وسنت ائمہ، اولیاء کی تصریحات سے ثابت ہیں۔ ظاہری اوامر کی تکمیل کے لئے، اعمال کی قبولیت کے لئے جن کا بجالانا ضروری ہے۔ اس لئے توجہ، قلب کی حرکت، اشغال باطنی، جذب وسلوک، بدن کا کانپنا، مراقبہ وغیرہ ہی وہ اعمال اور وہ نظام ہے جس کے ذریعے سے انسان کا ایمان کمال کو پہنچنا اور انسان ایک کامل مومن بن سکتا ہے۔

مجھے پاکستان نیوی کے دو ایسے لوگوں نے بتایا جو اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں کہ پاکستان نیوی کا جہاز کریش ہوگیا۔ ایک ہفتہ بعد شہداء کے جسد خاکی ملے۔ ان میں سے ایک صاحب جو سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ حضرت مولانا طاہر المعروف سجن سائیں کے مرید تھے ایک ہفتہ بعد بھی انکا قلب جاری تھا۔ اللہ اللہ کرز رہا تھا۔ تمام ڈاکٹرز حیران تھے اور موت کی تصدیق نہیں کررہتے تھے۔ ان کو بتایا گیا کہ یہ اس طرح ذاکر ہیں، ان کا قلب اسی طرح جاری رہے گا۔ اور یادرہے کہ مذکورہ سلسلہ میں ایک لطیفہ قلب سے ذکر کیا جاتا ہے۔

جب انکی یہ شان ہے تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جہاں ساتھ لطائف اللہ کے ذکر میں جاری وساری ہوں۔ تو انکی کیا شان ہوگی۔ امید ہے اس کتاب کو پڑھ کر سالکین ووابستگان کے یقین میں اضافہ متردد ین کے شکوک وابہام کا خاتمہ ہوگا۔ اگر منکرین بھی خالی الذہن ہوکر اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو انشاء اللہ فیوضات وبرکات سے انکا سینہ بھی روشن ہوگا۔

خادم الفقراء علامہ غلام حسین سیفی نقشبندی
جامع مسجد الکریمی ڈیفنس فیز 2 کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی شرح صدور العارفین بمکاشفۃ الاسرار ونور قلوب الواصلین بمشاہدۃ جمالہ من وراء الاستار وکشف بالأذکار خفایالطائف بطون الذاکرین وفتح بالطاعات خبایادوائر نفوس العابدین والف بالمحبۃ بین قلوب المریدین وقلوب المشائخ لکاملین وبلغ بالصحبۃ ارواح السالکین إلیٰ درجات الواصلین العارفین والصلاۃ والسلام علی من خصہ اللہ بالجلوس علی سریر فتدلیٰ وأراہ مالم یرہ احد من آیاتہ الکبریٰ وعلی آلہ واصحابہ الذین ھم شموس الھدیٰ ونجوم الاھتداء۔ اما بعد!

سببِ تالیف:

حمد، صلاۃ و سلام کے بعد امیر دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس قادری رضوی صاحب کا مدنی چینل سے براہ راست پروگرام مدنی مذاکرہ جو ۷اجنوری ۲۰۱۶ کو نشر ہوااس میں امیر دعوت اسلامی سے سوال کیا گیااور پوچھا گیا کہ ایسی نظر کرم فرمادیں کہ ہمارابھی قلب جاری ہوجائے تاکہ ہمارادل اللہ اللہ کرے تو جواب میں امیر دعوت اسلامی نے بغیر کسی تحقیق کے فتویٰ دیااور کہاکہ دل کاجاری ہوناکچھ نہیں اور بالخصوص ذکر قلبی اور حرکت لطائف بلاواسطہ نقشبندی مجددی بزرگوں پر بلاجواز تنقید کی اوران کامذاق اڑایا گیا تو کئی احباب طریقت کے توجہ دلانے پر میں ان کے شبہات کا قرآن اوراحادیث مبارکہ اور سلف صالحین اوراولیاء کرام کی عبارات کی روشنی میں واضح کرناچاہتاہوں کہ انہوں نے جو جواب دیاہے سراسر غلط ہے اور بے بنیاد ہے۔ اللہ جل وعلی شانہ ہمیں حق بیان کرنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امید ہے وہ اوران کے متبعین دلائل شرعیہ اورائمہ تصوف و سلوک کے مستند اقوال کے بعد اپنے قول سے رجوع کریں گے۔یادرہے کہ اس کتاب کامقصد کسی کی مخالفت کرنایاکسی کو نیچادکھانانہیں بلکہ ایک حقیقت کی وضاحت

ہے جو تصوف و سلوک کی بنیاد ہے لہذا اس کتاب کو اس تناظر میں پڑھا جائے۔ سیفی عفی عنہ۔)

مقدمہ:

ہر آدمی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس شعبہ سے متعلق بات کرنا چاہتا ہے تو وہ اس شعبہ کے بنیادی اصول وضوابط و قواعد کو جانتا ہو۔ کیونکہ ہر علم کے کچھ بنیادی اصول ہوتے ہیں۔

ا۔ چنانچہ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الیواقیت والجواہر میں امام ابن عربی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

ما من طائفة تحمل علما من المنطقيين والنحاة واهل الهندسة والحساب والمتكلمين والفلاسفة الاولهم اصطلاح لايعلمه الدخيل فيهم الا بتوقيف منهم.

علماء منطق، نحو، ہندسہ، حساب، عقائد اور فلسفہ کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کو ان علماء کے بتانے کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ (الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر ج ا ص ۲۰)

۲۔ الشیخ عبد القادر عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ حقائق عن التصوف میں لکھتے ہیں۔

فان لكل فن من الفنون او علم من العلوم كالفقه والحديث والمنطق والنحو والهندسة والجبر والفلسفة اصطلاحات خاصة به لا يعلمها الا ارباب ذالك العلم.

تمام علوم وفنون مثلاً فقہ، حدیث، منطق، نحو، ہندسہ، الجبرا اور فلسفہ وغیرہ کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جو ان علوم کے ماہرین جانتے ہیں۔ (حقائق عن التصوف ص ۲۵۸۔ از دیوان پریس برطانیہ)

۳۔ الشیخ القاضی العلامۃ محمد اعلی بن علی الفاروقی (المتوفی ۱۱۹۱ھ۔ لکھتے ہیں:

الشطح من مصطلحات الصوفیۃ۔

شطح صوفیائے کرام کی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے۔

(کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۲ ص ۹۴ سہیل اکیڈمی لاہور)

صوفیاء اور علماء کے مابین سبب نزاع کے اسباب :

ہر علم کی الگ الگ اصطلاحات ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں جو علماء اور بعض مشائخ کے درمیان نزاع کی نوبت آجاتی ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ علماء، صوفیاء کی اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے اور مشائخ، علماء و محدثین کی اصطلاحات سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ہم متقدمین مشائخ و علماء کی بات نہیں کر رہے کیونکہ تقریباً دو اڑھائی سو سال قبل تک علم ظاہر اور علم باطن کا مرکز ایک ہی ہوتا تھا جو بھی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوتا وہ بیک وقت صوفی بھی ہوتا اور عالم بھی ہوتا۔ اگر صاحب رتبہ صوفی نہ بھی ہوتا تو فکری و نظری طور پر تصوف و اہل تصوف سے ضرور واقف و مانوس ہوتا اور بقدر ظرف طلب ان سے فیض یاب بھی ہوتا تھا۔ لیکن زوال امت اور مغربی غلامی کے آغاز سے یعنی تقریباً دو اڑھائی سو سال سے علماء و صوفیاء کو الگ الگ کر دیا گیا ہے نہ وہ ان سے واقف رہے نہ یہ ان سے واقف رہے۔

بوجہ درج بالا کئی ایک سائل و معاملات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جن پر تحقیق مزید کے بجائے بات خواہ مخواہ کی بحث و تنقیص پہ جا پہنچتی ہے جس سے اکابرین و سلف صالحین کے طریقہ و تربیت سے آدمی کہیں دور جا نکلتا ہے۔ مثلاً ایک معاملہ جو سوال کی شکل میں اکثر پیش آتا ہے کہ:

صوفیائے کرام جو احادیث مبارکہ ''قال رسول اللہ ﷺ'' لکھ کر بیان کرتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر احادیث صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ملتی تو کیا ان احادیث کا انکار اس بناء پر کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ یہ صحاح ستہ میں موجود نہیں ہیں لہٰذا یہ احادیث ہی نہیں ہیں؟ کچھ لوگ صوفیاء کرام کی کتابوں میں ان کی نقل کردہ احادیث مبارکہ کو نہیں مانتے بلکہ

صرف اسی کو حدیث مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہوں۔ کچھ لوگ صوفیاء کرام کے معمولات پر اعتراضات کرتے ہیں حالانکہ وہ معمولات سلف صالحین سے منقول ہوتے ہیں اور وہ اس انکار کی وجہ سے اللہ والوں سے دشمنی مول لے کر خواہ مخواہ اپنی ہلاکت کا سامان کرتے ہیں۔

ا۔ انسان کی دو حالتیں:

حضور شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالانسان علی نوعین: جسمانی وروحانی۔

ترجمہ: پس انسان کی دو حالتیں ہیں جسمانی اور روحانی۔

(سر الاسرار و مظہر الانوار فی مایحتاج الیہ الابرار ص ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

۲۔ سندِ اصفیاء واتقیاء وعلماء حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

الانسان مرکب من جسم وروح۔

ترجمہ: انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔

(لواقع الانوار القدسیۃ فی بیان العھود المحمدیہ ص ۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

۳۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

واعلم ان الانسان مرکب من جسد ومن روح۔

ترجمہ: اور جان لے کہ انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۱۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ان جلیل القدر شیوخ امت کی درج بالا عبارات سے مترشح ہوا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو بشریت اور روحانیت کا مرکب بنایا ہے اور انسان کی ظاہری اور باطنی تطہیر کے لئے دو علوم

(علم ظاہر یعنی علم شریعت اور علم باطن یعنی علم روحانیت) عطا فرمائے جن کو قرآن مجید اور احادیثِ رسول ﷺ میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ یہی مضمون آیات و احادیث میں بیان ہوا ہے۔

آیت نمبر 1: فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمہ: تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر علی نبینا و علیہ السلام) کو پالیا جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے علم لدنی (یعنی اسرار و معارف کا الہامی علم) سکھایا تھا۔ (الکہف: آیت ۶۵)

۱۔ امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی علیہ الرحمہ (المتوفی ۶۷۱ھ)

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای علم الغیب ابن عطیه: کان علم الخضر معرفته بواطن قد اوحیته الیه۔

ترجمہ: یعنی علم غیب ہے اور ابن عطیہ کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا علم باطنی حقائق کا جاننا تھا جو ہم نے ان کی طرف وحی کیا۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۳ ص ۳۲۵، مکتبۃ الرسالۃ العالمیۃ)

۲۔ امام نور الدین علی بن سلطان الہروی المکی الحنفی المعروف بہ الملا علی القاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمہ

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العلم اللدنی ما یحصل من طریق الھام دون التکلیف بالطلب۔

ترجمہ: علم لدنی وہ ہے جو طلب کی مشقت کے بجائے الہام کے طریقہ سے حاصل ہو۔

(تفسیر ملا علی قاری المسمی انوار القرآن واسرار الفرقان جلد ۳ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

۳۔ الشیخ اسماعیل حقی بن مصطفی الحنفی (المتوفی ۱۱۲۷ھ) علیہ الرحمہ وعلمناہ من لدنا علما کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خاصا هو علم غيوب والاخبار عنها باذنه تعالى على ما ذهب اليه ابن عباس رضى الله تعالى عنهما اوعلم الباطن۔

ترجمہ: (علم لدنی) حقیقتاً علم غیب کی خبریں ہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے۔ اس کی طرف حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے ہیں یا علم لدنی سے مراد علم باطن ہے۔

۴۔ علامہ اسماعیل حقی آگے لکھتے ہیں:

وعلمناه من لدنا علما وهو علم معرفة ذاته وصفاته الذى لا يعلمه احد الا بتعليمه اياه۔

ترجمہ: (وعلمناہ من لدنا علما) علم لدنی اس کی ذات وصفات کی معرفت کا نام ہے اسے کوئی ایک بھی نہیں جانتا مگر جسے وہ بطورِ خاص سکھائے۔ (تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۲۷۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

۵۔ علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۱۹۵ھ) وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله (وهو علم الغيوب) والمراد بالغيب هنا الخفى لا ينتصب عليه دليل وقد اعلم الله الخضر بعضا من تلك الغيوب۔

ترجمہ: اور وہ علم غیوب ہے اور غائب سے مراد یہاں خفی علم ہے جس پر دلیل قائم نہیں ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ نے حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو بعض ان غیوب میں سے علم عطا کیا تھا۔

(حاشیۃ القونوی علی تفسیر امام بیضاوی جلد ۱۲ ص ۷۲ ادار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

آیت نمبر ۲: قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر علم باطن سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ(سورۃ البقرہ ایت نمبر ۱۵۱)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

۱۔ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

بالفکر والنظر اذ لا طریق الی معرفته سوی الوحی وکرر الفعل لیدل علی انه جنس آخر۔

ترجمہ: تم ان علوم کو نظر وفکر کے ذریعے نہیں جانتے کیونکہ اس کی معرفت کی طرف وحی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اور یہاں فعل (یعلمکم) کا تکرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ (علم) دوسری جنس سے ہے۔ (تفسیر انوار لقرآن واسرار الفرقان ج ۱ ص ۱۳۶)

۲۔ خاتمۃ المحققین وعمدۃ المدققین السید محمود آلوسی البغدادی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے:

(تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۱۲۸ المکتبۃ الحقانیۃ ملتان)

۳۔ الشیخ القاضی ثناء اللہ العثمانی الحنفی المظہری علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

تکرار الفعل یدل علی ان ھذا التعلیم من جنس آخر ولعل المراد بہ العلم اللدنی۔

ترجمہ: (یعلمکم) فعل کا تکرار اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم دوسری قسم کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے۔

(تفسیر المظھری جلد ا ص ۱۵۱۔ ۱۵۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور ان کی تفاسیر سے خوب واضح ہو گیا ہے کہ علم ظاہر کے ساتھ ایک دوسرا علم بھی ہے جو علم باطن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور حضور نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان دونوں علوم کی باقاعدہ تعلیم فرمائی۔

علم باطن کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

حدیث نمبر ا۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: " حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی پاک ﷺ سے دو اقسام کے علم سیکھے ہیں ایک کو تو میں نے بیان کر دیا اور دوسرے کو اگر میں بیان کروں تو میرا یہ حلقوم کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری، باب حفظ العلم ص ۱۰۵، دار المعرفت بیروت لبنان)

محدثین کے اقوال:

۱۔ الحافظ الامام بدر الدین ابی محمد بن احمد العینی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۸۵۵ھ) اسی حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قالت المتصوفۃ المراد بالاول علم الاحکام والاخلاق وبالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اھل العرفان وقال آخرون منھم : العلم المکنون علما وھو نتیجۃ الخدمۃ وثمرۃ الحکمۃ لا یظفر بھا الا الغواصون فی بحار المجاھدات ولا یسعد بھا الا المصطفون بانوار المجاھدات والمشاھدات۔

ترجمہ: صوفیاء کرام فرماتے ہیں پہلے ظرف سے مراد احکام اور اخلاق کا علم ہے اور دوسرے ظرف سے مراد اسرار ورموز کا علم جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور دیگر صوفیاء نے کہا: اس سے مراد مخفی علم ہے اور وہ راز جو محفوظ ہے اور یہ (مقربین) کی خدمت کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہے۔ یہ ان ہی کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدات کے سمندروں میں غوطہ لگاتے ہیں اور یہ ان ہی پر منکشف ہوتا ہے جن کے دل مجاہدات اور مشاہدات کے انوار سے روشن ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۵ ادار الاحیاء بیروت)۔

۲۔ ولعل المراد بالاول علم الاحکام والاخلاق وبالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اھل العرفان۔

ترجمہ: اور شاید پہلے علم سے مراد احکام واخلاق کا علم ہے اور دوسرے سے مراد اسرار ورموز کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان میں سے علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔
(شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ا ص ۴۵۷ مکتبۃ العلمیۃ بیروت لبنان)

۳۔ شیخ المحققین حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

و گفتہ اند کہ مراد باول علم احکام واخلاق ست کہ مشترک است میان خواص و عوام فبثانی علم اسرار کہ محفوظ و مصوّن است از اغیار از جہت باریکی و پوشیدگی آن و عدم وصول فہم ایشان بان و مخصوص است بخواص از علماء باللہ از اہل عرفان۔

ترجمہ: اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ اول علم سے مراد احکام واخلاق کا علم ہے اور (یہ علم) خواص و عوام میں مشترک ہے اور دوسرے علم سے مراد اسرار کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ و مصوّن (بچا ہوا) ہے کیونکہ وہ اپنی باریکی پوشیدگی اور فہم عوام کے اس تک رسائی نہ ہونے کے باعث اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ا ص ۱۹۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

۴۔ العلامہ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما احدھما وھو علم الظاھر من الاحکام والاخلاق واما الآخر وھو علم الباطن۔

ترجمہ: پس دونوں علوم میں سے پہلا علم احکام اور اخلاق سے متعلق ہے اور وہ علم ظاہر ہے اور دوسرا وہ علم باطن ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا ص ۴۷۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

۵۔ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ مرآۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے حضور ﷺ سے دو قسم کے علم ملے ایک علم شریعت جو میں نے تمہیں بتادیا اور دوسرا علم اسرار و طریقت و حقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں۔

(مرآۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا ص ۱۸۲ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

2- علم باطن کے ثبوت پر دوسری دلیل حدیث کی روشنی میں

ان دونوں علوم کی مزید تائید حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتی ہے۔
حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

العلم علمان: فعلم فی القلب فذاك العلم النافع وعلم علی اللسان فذاك حجة الله عز وجل علی ابن آدم۔ رواہ الدارمی۔

ترجمہ: علم دو قسم کا ہے پس ایک قلب کا علم ہے پس یہی علم نافع ہے اور دوسرا زبان کا علم ہے پس یہ بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب العلم ص ۳۷ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)

۱۔ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد یحمل الاول علی علم الباطن والثانی علی علم الظاہر۔

ترجمہ: تحقیق محمول کیا ہے پہلے علم کو علم باطن پر اور دوسرے کو علم ظاہر پر۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب العلم حدیث نمبر ۲۷۰ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

۲۔ امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۷۴۳ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ویمکن ان یحمل الحدیث علی علم الظاہر والباطن۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ اس حدیث کو علم ظاہر اور علم باطن پر محمول کیا جائے۔

(شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ۱ ص ۳۴۶ مکتبہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ)۔

۳۔ حجۃ الاسلام امام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۵۰۵ھ) علم طریق آخرت سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاعلم انه قسمان: علم مكاشفة وعلم معاملة فالقسم الاول علم المكاشفة وهو علم الباطن وذلك غاية العلوم۔
ترجمہ: پس جان لیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں: علم مکاشفہ اور علم معاملہ پس پہلی قسم علم مکاشفہ ہے اور وہ علم باطن ہے اور وہ تمام علوم کی انتہا اور علت غائی ہے۔
(احیاء العلوم الدین جلد ا ص ۳۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

3-- علم باطن کے ثبوت پر تیسری دلیل حدیث نبوی ﷺ سے

ان دونوں علوم کی تائید میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نہایت ہی قابل ذکر ہے:
قال رسول الله ﷺ: انزل القرآن على سبعة احرف لكل آية منها ظاهر وباطن ولكل حد مطلع. رواه فى شرح السنه۔
ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر اترا ہے ان میں ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن بھی اور ہر ظاہر اور باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے۔
(مشکوۃ المصابیح کتاب العلم، ص ۳۵ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)۔
امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ الاتقان فی علوم القرآن میں اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:
واخرج ابو نعيم فى الحلية عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل على سبعة احرف. ما منها حرف الا وله ظهر وبطن وان على بن ابى طالب عنده من الظاهر والباطن۔
ترجمہ: امام ابو نعیم اصفہانی حلیہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک قرآن پاک سات حروف پر نازل ہوا ہے کہ اس کے ہر حرف کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی علم ہے۔
(الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون ص ۶۵ دار الکتب العربی بیروت لبنان) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد ا

ان تمام دلائل سے یہ واضح ہوا کہ علم ظاہر کی طرح علم باطن بھی ہمارے دین کا حصہ ہے اور اس کی تعلیم دینا فرائض نبوت میں سے ہے اور زمانہ مصطفی ﷺ میں اس کی باقاعدہ تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔

علم باطن کے ثبوت میں ائمہ کے اقوال:

۱۔اب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں علوم کے باہمی ربط و تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں۔

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق۔

ترجمہ: جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے بے بہرہ رہا پس وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنایا مگر فقہ کو نظر انداز کر دیا وہ زندیق ہوا جس نے دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق کو پالیا۔ (محقق بنا) (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ا ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

۲۔حضرت امام ابو طالب المکی علیہ الرحمہ ان دونوں علوم کے ربط و تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں:

هما علمان اوليان لا يستغنى احدهما عن الآخر بمنزلة الاسلام والايمان مرتبط كل منهما بالآخر كالجسم والقلب لا ينفك احد عن صاحبه۔ (رواه دارمى)

ترجمہ: یہ دونوں علوم اصل ہیں کوئی ایک بھی دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا یہ بمنزل ایمان اور اسلام کے ہیں ان کا ایک دوسرے سے تعلق جسم اور دل کی طرح ہے کوئی ایک بھی دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ا ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان۔ شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح جلد ا ص ۴۵۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

۳۔اور اسی طرح امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) نے ان دونوں علوم کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهِيَ وَالطَّرِيقَةُ وَالشَّرِيعَةُ مُتَلَازِمَةٌ۔

ترجمہ: اور یہ طریقت اور شریعت لازم وملزوم ہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار جلد ۴ ص ۲۳۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

۴۔امام ابو القاسم قیشری علیہ الرحمہ شریعت وطریقت کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہیں:

وکل شریعۃ غیر مؤیدۃ بالحقیقۃ فغیر مقبول وکل حقیقۃ غیر مقیدۃ بالشریعۃ فغیر مقبول۔

ترجمہ: پس جس شریعت کو حقیقت کی تائید حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور جو حقیقت شریعت سے مقید نہ ہو وہ بھی غیر مقبول ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ ص ۱۱۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

۵۔الشیخ القاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ علم باطن کہاں سے حاصل ہو گا؟ اور اس کا ماخذ ومصدر کیا ہے؟

العلم اللدنی المأخوذ من بطون القران ومن مشکوۃ صدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی لا سبیل الی درکہ الا الانعکاس واما درك درکہ فبعید عن القیاس۔

ترجمہ: علم اللدنی کے حصول کا ذریعہ قرآن کا باطن اور حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ اطہر ہے اس علم اللدنی کے حصول کا فقط واحد ذریعہ انعکاس ہے اس کے ادراک کا پتہ چلانا بعید از قیاس ہے۔ (التفسیر المظہری جلد ۱ ص ۱۵۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

علم باطن کے حصول کے ذرائع اور ثمرات:

بطونِ قرآن اور سینہ مصطفی ﷺ تک رسائی فقط طہارت باطنی سے ہی ممکن ہے اور قرآنی اصطلاح میں طہارت باطنی کو تزکیۂ نفس کا نام دیا گیا ہے اور یہی تزکیۂ نفس انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (سورۃ الاعلی ۱۴)

ترجمہ: بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہوں کی آلودگی سے) پاک ہو گیا۔

۱۔ نجیب الطرفین الشیخ عبد القادر الجیلانی البغدادی قدس سرہ (المتوفی ۵۶۱ھ) اس آیت کے ذیل میں تفسیر الجیلانی میں لکھتے ہیں۔

وتطهير عن ادناس الطبائع واكدار الهيولى من الميل الى الدنيا وما فيها من اللذات الفانية والشهوات الغير الباقية وتوجه نحو المولى بالعزيمة الخالصة۔

ترجمہ: اور پاک ہو طبیعتوں کے میل کچیل سے اور مادہ کی کدورتوں سے یعنی دنیا کی طرف مائل ہونے سے اور جو اس میں لذات فانیہ ہیں ان سے اور فانی شہوات سے اور تو متوجہ ہو اپنے مولیٰ کی طرف خالص عزیمت وارادے کے ساتھ (یعنی ہر چیز سے کٹ کر)

(تفسیر جیلانی جلد ۵ ص ۴۱۰ دارالکتب العلمیۃ)

۲۔ اور علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ کے تحت لکھتے ہیں:

وفى الآية اشارة الى تطهير النفس عن المخالفات الشرعية وتطهير القلب عن المحبة الدنيوية بل عن ملاحظة الغير والتوجه الى الله تعالى بقدر الاستعداد۔

ترجمہ: اس آیت میں اشارہ ہے کہ نفس کو مخالفتِ شرعیہ سے پاک کرنے اور قلب کو حب دنیا سے اور غیر اللہ کی طرف دیکھنے سے پاک کیا جائے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف بقدر استعداد متوجہ کر۔

(روح البیان تفسیر القرآن جلد ۱۰ ص ۴۱۷ مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

آیت نمبر ۲:

اور قرآن مجید میں ایک اور مقام پر تزکیہ نفس سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ﴿۱۰﴾۔ (الشمس)

ترجمہ: بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اُس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو ونما کی) اور بے شک وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)۔

آئمہ کے اقوال

ا۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

معناہ قد افلح من زکی نفسہ فاصلحھا وحملھا علی طاعۃ اللہ عزوجل۔

ترجمہ: اس کا معنی یہ ہے بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور اس کی اصلاح کر لی اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا۔

(تفسیر بغوی المسمی معالم التنزیل جلد ۴ ص ۴۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۴۶ مکتبہ رشیدیہ)۔

تو تزکیہ نفس کرنے سے انسان کے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے جس کو صوفیانہ اصطلاح میں علم باطن کہتے ہیں

۲۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم المکاشفۃ فھو عبارۃ عن نور یظھر فی القلب عند تطھیرہ وتزکیہ من صفاتہ المذمومۃ۔

ترجمہ: علم مکاشفہ نور سے عبارت ہے اور وہ ظاہر ہوتا ہے دل میں اس کے صفاتِ مذمومہ سے طہارت اور پاکیزگی کے وقت۔

(احیاء العلوم الدین جلد ا ص ۳۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

۳۔ اور ان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام ابی العباس احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسنی لکھتے ہیں:

وذالك بعد تطھیر القلب من النقائص والرذائل وتفرغہ من العلائق والشواغل فاذا کمل تطھیر القلب وانجذب الی حضرۃ الرب فاضت علیہ العلوم اللدنیۃ والاسرار الربانیۃ۔

ترجمہ: اور (اس نور کا پیدا ہو جانا) قلب کا نقائص اور رذائل سے پاک ہونے اور دل کا علائق و شواغل سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ پس جب دل کی طہارت مکمل ہو جاتی ہے اور اللہ رب العزت کی حضوری نصیب ہوتی ہے تو علم لدنیہ اور اسرار ربانیہ (دل) پر وارد ہونے لگتے ہیں۔ (تفسیر بحر المدید جلد ۴ ص ۹۷ المکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

۴۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبعضے میگویند کہ این بشارت است برائیان جمال اورا در خواب کہ آخر بعد از ارتفاع کدورات نفسانیہ وقطع علائق جسمانیہ بمرتبہ کہ بے حجاب کشفا و عیانا دبیداری باین سعادت فائز باشند۔

ترجمہ: بعض ارباب معرفت کہتے ہیں کہ یہ خواب میں جمال محمدی ﷺ کا دیدار کرنے والے خوش بختوں کے لئے بشارت ہے کہ جسمانی کدورتوں کے اٹھ جانے اور جسمانی تعلقات منقطع ہو جانے کے بعد اس مقام کو پہنچ جائیں گے کہ بحالت بیداری کشف اور مشاہدے میں اس سعادت کو حاصل کریں گے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۱۶۸۵ المکتبۃ الحبیبیۃ کانسی روڈ کوئٹہ)

۴۔ اور اسی سے متعلق حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں:

ووراء العقل طور آخر تنفتح فیه عین اخری یبصر بها الغیب وما سیکون فی المستقبل وامور اخری العقل معزول عنها۔

ترجمہ: عقل سے آگے ایک اور راستہ ہے جس میں دوسری آنکھ کھل جاتی ہے جس کے ذریعے غیب کا ادراک ہوتا ہے اور مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات اور دیگر ایسے امور جس سے عقل قاصر ہوتی ہے وہ بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

(مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۶۶ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

۵۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ الرسالۃ اللدنیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من عبد الا ولقلبه عينان. وهما عينان يدرك بهما الغيب فاذا اراد الله تعالى بعبد خيرا فتح عيني قلبه ليرى ما هو غائب عن بصره.

ترجمہ: ہر بندے کے دل کی دو آنکھیں ہیں۔ جن سے وہ غائب کا ادراک کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے قلب کی دونوں آنکھوں کو کھول دیتا ہے تاکہ وہ ان چیزوں کو بھی دیکھ لے جو اس کی ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔

(مجموعہ رسائل امام غزالی الرسالۃ اللدنیہ ص ۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

نور باطن کی وسعت کا اندازہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے لگائیے آپ فرماتے ہیں:

ومن اول الطريقة تبتدئ المشاهدات والمكاشفات حتى انهم فى يقظتهم يشاهدون الملائكة وارواح الانبياء ويسمعون منهم اصواتا ويكتسبون منهم فوائد.

ترجمہ: اور ابتدائے طریقت میں مکاشفات و مجاہدات شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ عین حالت بیداری میں بھی وہ ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

(مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ تفسیر روح المعانی جز ۲۲ ص ۱۵۷ المکتبہ الحقانیہ ملتان)

اہل عرفان کا دربار رسالت سے براہ راست فیض حاصل کرنا:

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں بہت سے پاکیزہ نفوس اس مقام پر پہنچے جو مجلس نبوی ﷺ میں حاضر اور بارگاہِ نبوی ﷺ سے براہِ راست ہدایت و رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

حدیث طوبی لمن رانی سے استدلال:

ا۔ علامہ محمد عبد الرؤف المناوی علیہ الرحمہ (المتوفی سنہ ۱۰۳۱ھ) حدیث طوبی لمن رانی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعارفون یرونه فی عالم الحس یقظة حتی قال الشیخ ابو العباس المرسی: لو احتجب عنی رسول الله ﷺ طرفة عین ما عددت نفسی من الفقراء وفی روایة من المسلمین۔

ترجمہ: عارفین آپ ﷺ کو عالم بیداری میں دیکھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ایک پل کے لئے بھی مجھ سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو (اس وقت) فقراء میں شمار نہیں کرتا اور ایک روایت میں ہے مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر جلد ۴ ص ۷۰ ۳ حدیث ۵۳۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

۲۔ امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۹۱۱ھ) شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وقال الشیخ لو حجب عنی رسول الله ﷺ طرفة عین ما عددت نفسی من المسلمین

ترجمہ: اگر رسول اللہ ﷺ ایک لمحہ بھر بھی مجھ سے محجوب ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔ (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

۳۔ عارف باللہ احمد بن محمد بن عجیبہ شرح الحکم میں حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول یوں نقل کرتے ہیں:

قال ابو العباس المرسی لی ثلاثون سنة ما غاب عنی رسول الله ﷺ طرفة عین ولو غاب عنی ما اعددت نفسی من المسلمین۔

ترجمہ: ابو العباس المرسی نے فرمایا تیس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک پل بھی علیحدہ (غائب) نہیں ہوئے اگر آپ ﷺ مجھ سے اوجھل ہو جائیں تو میں خود کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔

(ابعاد الغمم عن ایقاظ الھمم فی شرح الحکم ص ۱۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

۴۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوی مین شیخ خلیفہ بن موسی النہر ملکی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وقال ایضا فی ترجمۃ الشیخ خلیفۃ بن موسی النہر ملکی: کان کثیر الرؤیۃ لرسول اللہ ﷺ یقظۃ ومناما فکان یقال ان اکثر افعالہ متلقاۃ منہ بامر منہ اما یقظۃ اما مناما۔ ورأہ فی لیلۃ واحدۃ سبع عشر مرۃ۔

ترجمہ: اسی طرح شیخ خلیفہ بن موسی النہر ملکی کے سوانح حیات میں ہے کہ ان کو حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ کا کثرت سے دیدار ہوتا تھا اور نیند کی حالت میں بھی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے اکثر امور آپ ﷺ سے حاصل شدہ تھے۔ اور آپ ﷺ کے حکم سے تھے وہ احکام یا تو حالت بیداری میں تھے یا حالت خواب میں بھی تھے اور ایک ہی رات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آقا علیہ السلام کی سترہ (۱۷) مرتبہ زیارت کی۔

(الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۵۹ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ)۔

اسی روایت کو امام المحققین عمدۃ المدققین مفتی بغداد حضرت شیخ شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) نے بھی تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۵۱ پر نقل کیا ہے:

۵۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۷۳ھ) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۱۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

والشیخ جلال الدین السیوطی کان یقول. رأیت النبی ﷺ واجتمعت بہ یقظۃ نیفا وسبعین مرۃ۔

ترجمہ: شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی مجلس اور زیارت حالت بیداری میں پچھتر (۷۵) مرتبہ کی۔

حوالہ: (لواقع الانوار القدسیہ فی بیان العھود المحمدیہ ص ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

۶۔ علامہ ابی العباس احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۲۴ھ) حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واھل ھذا المقام موجودون فی کل زمان فان القادر فی زمانھم ھو القادر فی زماننا۔

ترجمہ: اس مقام و مرتبے والے لوگ ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں پس ان کے زمانہ میں جو (اس مقام پر) فائز رہے وہ ہمارے زمانہ میں بھی پائے گئے ہیں (یعنی کوئی زمانہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا)۔ (تفسیر بحر المدید فی تفسیر القرآن المجید جلد ۳ ص ۳۶۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

۷۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واعلم ان مقام مجالسۃ رسول اللہ ﷺ عزیزۃ جدا وقد جاء شخص الی سیدی علی المرصفی وانا حاضر فقال: یا سیدی قد وصلت الی مقام صوت اری رسول اللہ ﷺ یقظۃ ای وقت شئت۔

ترجمہ: جان لے بے شک رسول اللہ ﷺ کی ہم نشینی بہت ہی پیاری ہے اور تحقیق ایک شخص سید علی مرصفی کی بارگاہ میں آیا اور میں بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا یا سیدی میں ایک ایسے مقام تک پہنچ گیا ہوں جہاں میں حالت بیداری میں جس وقت بھی تمنا کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر لیتا ہوں۔

(لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العھود المحمدیہ ص ۱۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

۸۔ الشیخ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی کے متعلق الحاوی للفتاوی میں اور شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۷۴ھ) فتاوی حدیثیہ میں لکھتے ہیں:

قال الشیخ سراج الدین بن الملقن فی طبقات الاولیاء قال الشیخ عبد القادر الجیلانی رأیت رسول اللہ ﷺ قبل الظھر فقال لی یا بنی لم لا تتکلم؟ قلت یا ابتاہ انا رجل اعجمی کیف اتکلم علی فصحاء بغداد؟ فقال افتح فاك ففتحته فتفل فیہ سبعا وقال: تتکلم علی الناس وادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ فصلیت الظھر وجلست وحضرنی خلق کثیر فارتج علی فرایت علیا قائما بازائی فی المجلس فقال لی: یا بنی لم لا تتکلم؟ قلت یا ابتاہ قد ارتج علی فقال:

افتح فاك ففتحته فتفل فيه ستا فقلت: لم لا تكملها سبعا؟ قال ادبا مع رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: شیخ سراج الدین بن الملقن طبقات الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ظہر سے پہلے دیکھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے میرے بیٹے تم کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی اے میرے حضور! میں عجمی ہوں کیسے بغداد کے فصیح و بلیغ لوگوں کے سامنے تقریر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا پس آپ نے سات مرتبہ اپنا لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا لوگوں کو وعظ و نصیحت کیجئے اور بلائیے اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔ پس میں نے نماز ظہر ادا کی اور میں وعظ کیلئے بیٹھا تو بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، مجھ پر کپکپی طاری ہوئی تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے برابر میں اسی مجلس میں دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے آپ کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی دادا حضور! مجھ پر کپکپی طاری ہو رہی ہے تو آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولیئے میں نے اپنا منہ کھولا آپ رضی اللہ عنہ نے چھ مرتبہ لعابِ دہن ڈالا میں نے عرض کیا سات مرتبہ مکمل کیوں نہیں فرمایا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام کی وجہ سے۔ الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص۲۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنا نفتاوی حدیثیہ ص ۳۹۳ قدیمی کتب خانہ تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ ص ۵۱ مکتبہ حقانیہ ملتان)

۹۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہِ بغداد سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

در بهجة الاسرار باسنادی که دروی دوواسطه بیش نیست روایت کرده که روزی غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی الله عنه بر کرسی نشته بود ووعظ میفرمود وقریب بده هزار کس در پایهٔ وعظ وی حاضر وشیخ علی بن هیتمی در زیر پائے کرسی شیخ نشست گاه شیخ علی هیتمی را خوابی برد پس شیخ عبد القادر قوم را فرمود اسکتوا پس همه ساکت شدند تا آنکه جزا نفاس

از ایشان شنیدہ نمیشد پس فرود آمد شیخ از کرسی و بایستاد باد ب پیش شیخ علی مذکور و می نگریست در وی پس بیدار شد شیخ علی و گفت شیخ عبد القادر بادی کہ دیدی تو آن حضرت را در خواب گفت نعم فرمود ازین جہت ادب در زیدم با تو ایستادیم در پیش تو فرمود بچہ وصیت کردد ترا آن حضرت ﷺ گفت بملازمت من مجلس ترا پس شیخ علی گفت انچہ من در خواب دیدم شیخ عبد القادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ ھفت کس از مردان راہ در آن روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ترجمہ: صاحب بہجۃ الاسرار اپنی ایسی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جس میں صرف دو واسطے ہیں کہ ایک دن غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے ہوئے وعظ فرمارہے تھے تقریباً دس ہزار افراد مجلس وعظ میں حاضر تھے۔ شیخ علی ہیتی حضرت شیخ کی کرسی کے پائے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ علی بن ہیتی کو نیند آگئی حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو خاموشی کا حکم دیا سب لوگ خاموش ہو گئے حالت یہ تھی کہ سانس لینے کی آوازوں کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی سے نیچے اترے اور شیخ علی ہیتی کے سامنے باادب کھڑے ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ شیخ علی بیدار ہوئے تو حضرت شیخ نے کہا تمہیں خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! فرمایا: اسی لئے میں تمہارے سامنے باادب کھڑا تھا تمہیں نبی کریم ﷺ نے کیا نصیحت فرمائی؟ کہنے لگے کہ آپ کی مجلس میں باقاعدہ حاضری دیا کروں شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے بیداری میں دیکھا روایت کرتے ہیں کہ اس دن مردانِ خدا میں سے سات افراد اس دنیا سے چلے گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۶۸۴ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ پاکستان)

۱۰۔ شیخ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ودر مواہب لدنیہ گفتہ کہ ابن منصور در رسالۂ خود نوشتہ کہ در آمد شیخ ابو العباس قسطلانی بر آن حضرت پس دعا کرد آن حضرت او را فرمود (اخذ اللہ بیدک یا احمد)

ترجمہ: مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن منصور نے اپنے رسالے میں لکھا کہ شیخ ابو العباس قسطلانی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا اے احمد اللہ تعالیٰ تمہارا ہاتھ پکڑلے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۶۸۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

۱۱۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مزید شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

واز شیخ ابو المسعود آوردہ کہ مصافحہ میکرد آن حضرت را بعد از ہر نماز۔

ترجمہ: شیخ ابو المسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ہر نماز کے بعد نبی کریم ﷺ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۶۸۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

ثبوت ثانی ارشاد ربانی:

فقہاء، مفسرین، محدثین اور جلیل القدر بزرگانِ دین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے ان تمام دلائل اور ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صوفیاء کرام کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور حضور پاک ﷺ انہیں باقاعدہ تعلیم و تربیت دیتے ہیں جیسا کہ سورۃ الجمعہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ (الجمعۃ ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (۳)

ترجمہ: اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اس رسول ﷺ کو تزکیہ و تعلیم کے لئے بھیجا ہے) جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود نہیں ہیں یعنی ان کے بعد کے زمانے میں آئیں گے) اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

۱۔امام فخر الدین محمد بن حسن بن حسین ابن علی التمیمی الرازی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۶۰۶ھ) ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویعلمهم ای ویعلم آخرین منهم۔

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ صحابہ کرام کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور بعد میں آنے والوں کو بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ (التفسیر الکبیر جلد ۱۵ ص ۵ جز ۳۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

۲۔امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۳۵۲ھ) ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویز کیهم ویعلمهم ای یعلمهم ویعلم آخرین من المؤمنین۔

ترجمہ: آپ ﷺ انہیں پاک بھی فرماتے ہیں اور تعلیم بھی دیتے ہیں اور بعد والے مومنین کا بھی تزکیہ اور تعلیم فرماتے ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن جلد ۲۰ ص ۴۵۳ الرسالۃ العالمیۃ)۔

۳۔دیوبند مکتبہ فکر کے ایک بہت بڑے محدث اور شارح بخاری شیخ انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۵۲ھ) فیض الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:

ویمکن عندی رؤیته ﷺ یقظة لمن رزقه الله سبحانه کما نقل عن السیوطی رحمة الله علیه کان زاهدا متشددا فی الکلام علی بعض معاصریه ممن له شأن. انه راٰه ﷺ اثنین وعشرین مرة وسأله عن احادیث ثم صححها بعد تصحیحه ﷺ و کتب الیه الشاذلی یستشفع به ببعض حاجته الی سلطان الوقت وکان یوقره فابی السیوطی رحمة الله علیه ان یشفع له وقال انی لا افعل وذلك لان فیه ضرر نفسی وضرر الامة لانی زرته ﷺ غیر مرة ولا اعرف فی نفسی امرا غیر انی لا اذهب الی باب الملوك فلو فعلت امکن ان احرم من زیارته المبارکة. فانا ارضی بضررك الیسیر من ضرر الامة الکثیر. والشعرانی رحمة الله علیه ایضا کتب انه راٰه ﷺ وقرأ علیه البخاری فی ثمانیة دفعة معه ثم سماهم وکان واحد منهم حنفیا وکتب الدعاء الذی ترأه عند ختمه فالرؤیة یقظة متحققة وانکارها جهل۔

ترجمہ: میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا بیداری میں دیدار کرنا ہر اس شخص کے لئے ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی جس طرح حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زاہد تھے اور اپنے بعض معاصرین پر کلام میں متشدد تھے اس کے لئے یہ شان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بائیس ۲۲ مرتبہ (صحیح پچھتر بار ہے) زیارت کی اور آپ ﷺ سے بعض احادیث کی صحت کے متعلق سوال کیا اور جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صحیح ہیں تو حافظ سیوطی نے ان کو صحیح قرار دیا اور شاذلی نے سیوطی رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ حاکم وقت کے پاس اس کی شفاعت کریں تو حافظ سیوطی نے انکار کر دیا اور کہا اگر میں حاکم کے دربار میں گیا تو میں رسول اللہ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں گا اور اس سے امت کا بہت نقصان ہو گا۔ اور علامہ شعرانی نے بھی بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ ﷺ سے صحیح بخاری پڑھی ان آٹھ میں سے ایک حنفی تھا لہٰذا بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا جہل ہے۔

(فیض الباری شرح صحیح بخاری جلد ا ص ۲۰۴ المکتبۃ العزیزیۃ اردو بازار لاہور)

۴۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ محمد ابو المواہب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں: محمد ابو المواہب الشاذلی: احد اکابر العارفین ائمۃ العلماء العاملین ومن کراماتہ انہ کان کثیر ارؤیا للنبی ﷺ فی المنام حتی کانہ لایفارقہ وحتی کانہ یراہ فی الیقظۃ وقد جمع مرائیہ فی کتاب طالعت من اولہ الی آخرہ فرأیتہ حقیقۃ من اعظم الکرامات لھذا العارف حتی انہ یری النبی ﷺ فیتذاکر معہ فی امر ثم یراہ فی منام آخر فیکمل لہ الحدیث الذی ابتداہ فی المنام قبلہ بل ذکر بعضھم انہ کان یجتمع بہ ﷺ یقظۃ وانہ تلقی منہ علیہ السلام حوب الفردانیۃ یقظۃ۔

ترجمہ: محمد ابو المواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عارفین اور باعمل عالموں میں سے ایک تھے اور آپ کی کرامات میں سے یہ کہ وہ خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت بکثرت کیا کرتے تھے گویا آپ ﷺ سے جدا بھی نہ ہوتے تھے حتی کہ بیداری میں بھی آپ ﷺ کی

زیارت سے مستفیض ہوتے تھے امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بہت سے خواب اور ان کے بڑے فوائد طبقاتِ کبری میں لکھے ہیں۔ اور میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا ہے میں نے عارف کی سب سے بڑی کرامت یہ پائی کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ افضل الانبیاء والمرسلین ﷺ کی زیارت کرتے اور کسی معاملے میں عرض ومعروض کرتے تھے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو سید المخلوقات سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی مکمل فرمادیتے۔ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ آپ نے خود حضرت صادق الامین ﷺ سے الحزب الفردانیہ بیداری میں پڑھی ہے۔

(جامع کرامات الاولیاء جلد ا ص ۲۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

۵۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں شیخ سلمان ابن عنان المندوی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ودر معاملۂ قرآن را پیش آن سرور ﷺ تجوید نمود۔ ترجمہ: قرآن مجید آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عالم واقعہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں پڑھا تھا۔

(اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۲۲۱ مطبع دہلی)

۶۔ سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۱۰۲ھ) نور الہدیٰ کلاں میں لکھتے ہیں:

شریعت آراهی ست که حضرت محمد رسول الله ﷺ رفته باشد قدم بر قدم محمدی ﷺ شب وروز پیاپی خود را مدخل مجلس حضرت محمد رسول الله ﷺ ساند وهر علم نص وحدیث در مجلس حضور حیات النبی ﷺ خواند۔

ترجمہ: شریعت وہ راہ ہے کہ جس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ گامزن رہے اس لئے جو شخص حضور ﷺ کے نقش قدم پر چل کر رات دن ان کی پیروی کرتا رہتا ہے وہ آخر کار مجلس محمد ﷺ میں جا پہنچتا ہے اور وہاں سے نص وحدیث کا تمام علم پڑھ لیتا ہے۔

(نور الہدیٰ کلاں ص ۲۳۶ العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان)

۷۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الفقہاء والمحدثین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی المکی (المتوفی: ۹۷۴ھ) فتاوی حدیثیہ میں سید علی وفار حمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وحکی ابن فارس عن سیدی علی وفا قال: کنت وانا ابن خمس سنین اقرا القرآن علی رجل فاتیته مرة فرایت النبی ﷺ یقظة لا مناما وعلیه قمیص ابیض قطن ثم رایت القمیص علیّ فقال لی: اقرأ فقرأت علیه سورة والضحی والم نشرح ثم غاب عنی فلما ان بلغت احدی وعشرین سنة احرمت بصلاة الصبح بالقرافة فرأیت النبی ﷺ قبالة وجهی فعانقنی فقال: واما بنعمة ربك فحدث۔ فأوتیت لسانه من ذلك الوقت انتهی۔

ترجمہ: سید علی وفا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پانچ برس کا تھا اور ایک شخص کے پاس قرآن مجید پڑھتا تھا اور ایک دن میں نے دیکھا کہ اس شخص کے پاس حضرت سرکار مدینہ ﷺ سفید کرتہ پہنے جلوہ افروز ہیں اور میں نے یہ سر کی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا پڑھ پس میں نے آپ ﷺ کو سورہ والضحیٰ اور سورہ الم نشرح پڑھ کرسنا دیں پھر آپ ﷺ غائب ہو گئے جب میں ۲۱ برس کا ہوا تو شہر ترافہ میں نماز فجر کے لئے تکبیر کہہ چکا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے سامنے تشریف لا کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور فرمایا: واما بنعمۃ ربک فحدث۔ پس اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے حضوری عطا فرمائی۔

(فتاوی حدیثیہ ص ۲۹۳ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان۔ الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۱۲۶۱ لمکتبۃ النوریۃ الرضویۃ)

ذرا سوچیں! انسانی تصور و تخیل ان لوگوں کی کیفیات کو اپنی گرفت میں کیسے لا سکتا ہے؟ جو عالم علمی مسائل میں بھی حضور پر نور ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوں ان کی زندگیوں میں علم و عمل اعتقاد اور تقویٰ میں پختگی کا عالم کیا ہو گا؟

صوفیاء اور علمائے ظاہر کے نزدیک روایت حدیث کے ذرائع:

ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ علمائے ظاہر کے پاس حدیث مبارکہ کی معلومات کا ذریعہ زبانی قیل و قال کی روایات ہیں جن کے راویوں پر بحث و تنقید کی گنجائش ہے اس لئے انہوں نے ان کی روایات کی صحت کے لئے نہایت ہی قابل تحسین احتیاطی طریقہ وضع کیا ہے جبکہ علماء باطن (صوفیاء) کا ذریعہ علم باطن میں مجلس محمدی ﷺ کی دائمی حضوری اور کشف ہے۔ دائمی حضوری کے متعلق امام جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاویٰ میں لکھتے ہیں:

کان للشیخ ابی العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ وصلۃ بالنبی ﷺ اذا سلم علی النبی ﷺ رد علیہ السلام ویجاوبہ اذا تحدث معہ۔

ترجمہ: شیخ ابو العباس المرسی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ پر سلام پیش کرتے تو آپ ﷺ اس کا جواب دیتے اور جب کوئی بات آپ ﷺ سے عرض کرتے تو اس کا جواب بھی ارشاد فرماتے۔

(الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انہ حضر مجلس فقیہ فروی ذلک الفقیہ حدیثا فقال لہ الولی: ھذا الحدیث باطل فقال الفقیہ: ومن این لک ھذا فقال ھذا النبی ﷺ واقف علی راسک یقول انی لم اقل ھذا الحدیث و کشف للفقیہ فرأہ۔

ترجمہ: ایک بزرگ ایک فقیہ کی مجلس میں درس میں حاضر ہوئے فقیہ نے ایک حدیث پڑھی اس بزرگ نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے فقیہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ اس بزرگ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ یہ تیرے سر کے پاس تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نہیں فرمائی بعد میں اس بزرگ نے اس فقیہ کو بھی زیارت کروادی۔ (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ، ۲۴۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

تو یہ بات ذہن نشین کر لے کہ محققین کے نزدیک بنیادی طور پر علم کے حصول کے ذرائع چار ہیں۔ ۱۔ حواس خمسہ۔ ۲۔ عقل۔ ۳۔ کشف والہام۔ ۴۔ وحی۔

حواس کی رسائی فقط محسوسات تک محدود ہے۔ مدرکاتِ حسی سے ماوراء حقائق کے لئے حواس خمسہ علم کا ذریعہ بن سکتے ہیں اسی طرح عقل کا دائرہ بھی محدود ہے اس کی رسائی صرف معقولات تک محدود ہے۔ عقل کا ادراک بھی حواس خمسہ کے ذریعے علم حاصل کئے بغیر پائیہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا اس کے بعد علم کے حصول کا تیسرا ذریعہ کشف والہام ہے۔

عالم طبیعیات میں جو تمام تر حقائق و موجودات ہیں خواہ ان کا شمار محسوسات میں ہو یا معقولات میں ہو زمانی ہو یا مکانی، صوفیانہ کشف والہام کے ذریعے صوفیاء کو عالم ما بعد الطبیعیات کا ادراک و معرفت ہوتی ہے تو یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حواس اور عقل دونوں مل کر بھی حتمی اور قطعی علم مہیا نہیں کر سکتے لیکن ان کے حرمانِ قطعیت اور نقصانِ ادراک و معرفت کے باوجود انہیں ذریعہ علم کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر کشف والہام کو ذریعۂ علم کی حیثیت سے ماننے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟

علم کے حصول کا چوتھا ذریعہ وحی ہے جو کشف والہام سے بھی اعلیٰ اور سب سے مضبوط حتمی قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔

کشف والہام حصول علم کے ذرائع:

جب صوفی تزکیہ اور تصفیہ میں کمال حاصل کر لیتا ہے اور وہ مدارج ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا کشف مشمولات وحی کے مطابق و موافق ہو جاتا ہے اور یہی مطابقت و موافقت اس کے کشف کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

ا۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الشیخ محی الدین بن العربی: انہ بلغنی عن النبی ﷺ ان من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفا غفر لہ ومن قیل لہ غفر لہ ایضا فکنت ذکرت التہلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص بل علی الوجہ الاجمالی فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیہم شاب مشہور بالکشف فاذا ہو فی اثناء الاکل اظہر البکاء فسالتہ عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوہبت فی باطنی ثواب

التهليلة المذكورة لها فضحك وقال انی اراها الآن فی حسن المآب قال الشيخ فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث.

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت پہنچی کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لاالہ الااللہ پڑھا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کو اس کا ثواب بخش دیا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی تو میں نے ستر ہزار مرتبہ لاالہ الااللہ پڑھ لیا اور میں نے بالخصوص کسی شخص کے لئے اس کو بخشنے کی نیت نہیں کی پھر اتفاق سے میں بعض احباب کی ایک دعوت میں شریک ہوا ان میں ایک نوجوان تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے۔ اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے میں نے دل ہی دل میں ستر ہزار بار پڑھے ہوئے لاالہ الااللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابن عربی نے کہا! میں اس حدیث کی صحت کو اس نوجوان کے کشف سے جان لیا اور اس نوجوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان گیا۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۳ ص ۲۰۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

اسی وجہ سے ان صوفیاء کرام کی نقل کردہ روایات کا انکار نہیں کرنا چاہتے جن کی ولایت امت محمدیہ ﷺ کے نزدیک مسلمہ ہے کیونکہ ان نفوس قدسیہ کو اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب ﷺ کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور وہ ہر چیز ان کے حکم واجازت سے لکھتے ہیں۔

۲۔ جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کلید التوحید خورد میں لکھتے ہیں:

کسی را که عقل باشد ودانش وشعور تمام است که این کتاب به حکم الله تعالیٰ واز نظر رحمت الله تعالیٰ قدم ومنظور شده به اجازت حضرت محمد ﷺ رقم حضور شده که هر حرف این کتاب حضوری شاید حق بخشد وهر سطر ازین کتاب از اسرار مشاهداتِ تجلیات نور حق ذات با برکت اسم الله ذات وآیات کلام الله شریف وشریعت نبی محمد ﷺ می کشاید.

ترجمہ: جس کسی کو عقل ہے اور وہ کامل دانائی اور شعور کا مالک ہے تو اس کے لئے یہ بات کامل حجت ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم اور نگاہِ رحمت کے تحت لکھی گئی ہے اور یہ حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ سے منظور شدہ ہے اور انہی کی اجازت سے تحریر کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کا ہر حرف شاہدہ حق کی حضوری بخشا ہے اور اس کی ہر سطر ان بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو نورِ ذاتِ حق کی بابرکت تجلیات کے شاہدے میں پائے جاتے ہیں۔ اسم اللہ ذات وآیات قرآن اور شریعت محمدی ﷺ کی برکات سے اس کی ہر سطر یہ بھید کھلتے ہیں۔

کسی حدیث یا مقام معرفت، کسی مسئلہ شرعیہ کے بارے میں عدم علم اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں:

اس بات کی مزید تائید ہمیں اپنے اسلاف کے طرزِ عمل سے ملتی ہے مثال کے طور پر اگر آپ تخریج کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو جگہ جگہ لم اقف علیہ میں اس پر واقف نہیں ہوں۔ لم اقف علیہ بھذا اللفظ میں اس لفظ پر مطلع نہیں ہوں۔ لم اقف بھذا الحدیث میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہون۔ لم اقف علی اسنادہ میں اس کی اسناد پر مطلع نہیں ہوں لم اری میں نے نہیں دیکھی لا اعرف من الاسناد میں اس کی اسناد کو پہچانتا نہیں ہوں لا اعرف بھذا الحدیث میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔ وغیرہ اس قسم کے مختلف الفاظ آپ کو بکثرت ملیں گے۔

اسلاف کا یہ طرزِ تحریر ہم پر واضح کر رہا ہے کہ انہوں نے مطالعہ کی کمی کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی ہے نہ کہ بزرگوں کے علم کی نفی۔ جب وہ حدیث کی سند کسی کتاب میں نہیں پاتے تو یہ نہیں کہتے کہ یہ حدیث ہی نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی سند نہیں ملی اس کی مزید وضاحت کے لئے میں اپنی گفتگو کے بجائے زیادہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوی کا طویل اقتباس پیش کروں۔ اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب کے ضمن میں اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں جو اپنی کم علمی کی وجہ سے سلف صالحین کی نقل کردہ احادیث کا انکار کرتے ہیں آپ انکا محاسبہ فرماتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۲۹۳ تا ۳۰۵)

جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع و ناجائز ٹھہرا دیتے ہیں پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء و مشائخ کی تو کیا گنتی حضرت عالیہ آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایۂ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی معاذ اللہ باطل و غیر ثابت بناتے ہیں یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنیٰ عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا۔ ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ کے آمدی و کے پیر شدی کب آئے اور کب بوڑھے ہوئے۔ بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار و لم اجد پر اقتصار کرتے ہیں یعنی میں نے نہیں دیکھی اور مجھے نہیں ملی نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔

صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینے میں لئے گئے کہ اصلا تدوین میں بھی نہ آئیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں، مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہم آئمہ سے منقول ہے کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھایئے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبیٰ میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں وھو کما تری یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما من اصحاب النبی ﷺ احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔

ترجمہ: اصحابِ نبی ﷺ میں سے کسی نے حضور اقدس ﷺ سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں سوائے عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما کے کیونکہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح بخاری باب کتابۃ العلم ص ۲۲)

دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واضح طور پر فرماتے ہیں کہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں۔ حالانکہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدرجہا کم ہیں۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئی ہیں اور سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو (۵۳۰۰) احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اب کہیے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔ امام اجل ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں محدثین اہل جرح و تعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحاً صاحب حدیث منصف فی الحدیث واتبع القوم للحدیث لکھتے ہیں، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی زیادہ محدث کثیر الحدیث جانتے ہیں۔ امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور کتب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامہ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث جھکتا بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی۔ اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمائیے کتنی باقی ہیں۔ صدہا کتابیں کہ آئمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہو گئیں اور یہ آج سے نہیں ابتداء ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسی (۸۰) علماء نے مؤطا لکھیں پھر سوائے موطائے مالک موطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالتِ قدر آفتاب نیم روز سے اظہر جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا: لعل قصور نظرنا اخفاہما عنا۔ امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور کی وجہ سے ہم وہ روایات نہ دیکھ پائے۔

عجیب بات یہ ہے دیکھو علماء تو عاجزی یوں فرماتے ہیں۔ اور جاہلوں کے دعوے طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمۃ (میری امت کا اختلاف رحمت ہے) امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنہوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا اور لکھ دیا کہ لعلہ خرج فی بعض کتب الحفاظ التی لم تصل الینا۔ شاید وہ حافظانِ حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا جنہوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا: قصدت فیہ جمیع الاحادیث النبویۃ باسرھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کروں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا:

ھذا بحسب ما اطلع علیہ المصنف لا باعتبار ما فی نفس الامر قالہ المناوی۔ یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔ وہ اپنے نہ پانے پر یو فرماتے کہ شاید یہ حدیث ان کتب آئمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں اور پھر دیکھئے ہوا بھی ایسا ہی۔ عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھ دیا کہ الامر کذلک یعنی واقعی ایسا ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: زعم کثیر من الائمۃ انہ لا اصل لہ۔ بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لئے کوئی سند نہیں۔ پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔ حدیث الوضوء علی الوضوء نور علی نور۔ وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے۔ (مذکورہ حدیث) کی نسبت امام عبد العظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کر دی کہ لم نقف علیہ ہمیں اس پر اطلاع نہیں حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود۔ تیسیر میں ہے: حدیث الوضوء علی الوضو نور علی نور اخرجہ رزین

ولم یطلع علیه العراقی کالمنذری فقالا لم نقف علیه۔ وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے یہ وہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں۔ تو انہوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں۔

میں یہاں اگر اس کی نظریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام طویل ہو جائے گا۔ بعض مثالیں اسکی فقیر نے اپنے رسالہ نور عینی فی الانتصار للامام العینی میں لکھیں۔ یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمالِ علم 4 واحاطۂ نظر کا دعویٰ ہے، کیا ان آئمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث اپنی کتابوں میں ہو اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا۔ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدمِ علم کو علم بالعدم ٹھہرالینا کیسی سخت سفاہت ہے۔ خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈ کر بیٹھ رہے اور کہہ دے ہم تلاش کر چکے تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں۔ کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

الطف واہم، ان سب سے گزریئے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتہ دے سکتے ہیں؟ پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح اللہ پاک ذات کی یاد کی ہوئی، فہم حدیث کا منصب ارفع واعظ کدھر گیا لاکھ بار ہو گا ایک مطلب کی حدیث

انہیں احادیث میں ہوگی جو آپ کو برزبان یاد ہیں اور آپ خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔ حفظِ حدیث فہم حدیث کو متلزم ہوتا تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے کیا معنی تھے:

رُبَّ حامل فقه الی من هو افقه منه ورُبَّ حامل فقه لیس بفقیه۔ رواه الائمة الشافعی والاحمد والدارمی وابو داؤد والترمذی وصححه والضیاء فی المختارة والبیهقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم رضی الله عنهما ونحوه لاحمد والترمذی وابن حبان عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی ﷺ بسند صحیح والدارمی عن ابی الدرداء رضی الله عنه عن النبی ﷺ۔

ترجمہ: بہتیرے حاملانِ فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں، اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل وحافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد دارمی، ابو داؤد و ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید بن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اسی طرح احمد و ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابو درداء سے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمان اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے شاگردِ جلیل الشان اور اجلہ آئمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے اساتذہ الاساتذہ سے ہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں: کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامۃ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (کہ اس زمانے میں انہیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے۔) حاضر مجلس تھے امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے

پیدا کئے فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔ امام اعمش نے کہا:

حسبك ما حدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بكلا الطرفین۔

ترجمہ: بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ تم نے فقہ و حدیث دونوں کنارے لئے۔ والحمد للہ۔

یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل واعظم ان کے استاد اکرم واقدم امام عامر شعبی جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا، حضرت امیر المؤمنین مولی علی و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید وابو ہریرہ وانس بن مالک و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبد اللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم وامام حسن وامام حسین وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم کے استاد ہیں جن کا پایۂ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو، ایسے امام والامقام باآں جلالت شان فرماتے:

انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحدیث فرویناه الفقهاء من اذا علم عمل۔

(نقله الذهبی فی تذکرة الحفاظ ج ا ص ٦٦ باب الطبقة الثالثة من الكتاب دار الكتب العلمیة بیروت - لبنان)

ترجمہ: ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے (اسے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا)۔

مگر آج کل کے نا مشخص حضرات کو اپنی یاد و فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام امت کے مقابل انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی پینٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۹۴ تا ۳۵۵ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی اس طویل عبارت سے یہ واضح ہوا کہ مسلمہ بزرگوں کی نقل کردہ روایات، ان کے اقوال، احوال، مقامات کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان کا طریق کتاب وسنت کی حقیقی برکات سے مستحکم اور اخلاق انبیاء علیہم السلام واصفیاء کے سلوک پر مبنی ہوتا ہے اور یہ امت محمدیہ ﷺ میں باعتبار تقویٰ ورجوع الی اللہ سب سے افضل ترین گروہ ہے۔

صوفیاء کا مقام:

۱۔ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے جب جماعت صوفیاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

ھم قوم اثروا اللہ عز وجل علی کل شیء فاثرھم اللہ عز وجل علی کل شیء۔

ترجمہ: یہ وہ قوم ہے جو اللہ عز وجل کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر چیز پر ترجیح دے دی۔ (رسالہ قشیریہ باب التصوف ص ۳۱۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

۲۔ امام ابی القاسم عبد الکریم بن ھوازن القشیری (المتوفی: ۴۶۵ھ) جماعتِ صوفیاء کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقد جعل اللہ ھذہ الطائفۃ صفوۃ اولیائہ وفضلھم علی الکافۃ من عبادہ بعد رسلہ وانبیائہ صلوات اللہ وسلامہ علیھم وجعل قلوبھم معادن اسرارہ واختصھم من بین الامۃ بطوالع انوارہ فھم الغیاث للخلق والدائرون فی عموم احوالھم مع الحق بالحق صفاھم من کدورات البشریۃ ورقاھم الی محال المشاھدات بما تجلی لھم من حقائق الاحدیۃ ووفقھم للقیام بآداب العبودیۃ

واشهدهم مجاری احکام الربوبیة فقاموا باداء ما علیهم من واجبات تکلیف وتحققوا بما منه سبحانه لهم من التقلیب والتصریف۔ ثم رجعوا الی الله سبحانه وتعالی بصدق الافتقار ونعت الانکسار ولم یتکلوا علی ما حصل منهم من الاعمال اوصفا لهم من الاحوال۔

ترجمہ: پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے جماعت صوفیاء کو اپنے اولیاء میں سے منتخب فرمایا ہے اور اپنے رسولوں اور انبیاء (ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو) کے بعد اپنے تمام بندوں پر ان کو فضیلت دی اور ان کے دلوں کو اپنے اسرار کا مخزن بنایا اور امت کے درمیان ان کو اپنے انوار کے طلوع ہونے کے ساتھ خاص کیا۔ وہ مخلوق کے مددگار ہیں اور اپنے عام حالات میں حق کے ساتھ حق کے ہمراہ پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بشری کدورتوں سے پاک کیا ہے اور وحدانیت کے جو حقائق ان کے لئے روشن کئے ان کے مشاہدات کے مقامات کی طرف ان کو ترقی دی اور ان کو آداب عبودیت (بندگی) قائم رکھنے کی توفیق دی اور احکام ربوبیت جاری ہونے کے مقامات مین حاضر کیا۔

پس ان کو جن واجبات کا مکلف بنایا وہ ان کو ادا کرنے کے لئے کمربستہ ہوئے اور اللہ رب العزت کی طرف سے جو تبدیلی اور پھرنے کا حکم ملا اس کو ثابت کیا۔

پھر وہ سچی محتاجی اور انکساری کی صفت کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹے اور انہوں نے اپنے اعمال یا احوال کی صفائی پر بھروسہ نہ کیا۔

(رسالہ قشیریہ ص ۸ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

۳۔ صوفیاء کی اسی اخلاقی پاکیزگی نے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت متاثر کیا آپ جماعت صوفیاء کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انی علمت یقینا ان الصوفیة هم السابقون لطریق الله تعالی خاصة وان سیرتهم احسن السیر وطریقهم اصوب الطریق اخلاقهم ازکی الاخلاق بل لو جمع عقل العقلاء وحکمة الحکماء وعلم الواقفین علی اسرار الشرع من العلماء لیغیروا شیئا من سیرهم واخلاقهم ویبدلوه بما هو خیر منه لم یجدوا الیه سبیلا فان

جمیع حرکاتھم وسکناتھم فی ظاھرھم وباطنھم مقتبسۃ من نور مشکاۃ النبوۃ ولیس وراء نور النبوۃ علی وجہ الارض نور یستضاء بہ۔

ترجمہ: بے شک مجھے قطعیت کے ساتھ معلوم ہوا کہ صوفیاء ہی وہ جماعت ہے جو خصوصیت سے اللہ کی راہ پر گامزن ہے اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا طریق سب طریقوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں بلکہ اگر تمام عقلاء کی عقل اور حکماء کی حکمت اور علماء میں واقفانِ شریعت کے اسرار و علم کو جمع کیا جائے تاکہ لوگ صوفیاء کی سیرت اور اخلاق میں سے ذرا بھی بدل سکیں اور ان سے بہتر سیرت کی تشکیل ہو سکے تو وہ یہ ہرگز نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کی تمام حرکات و سکنات چاہے ظاہری ہوں چاہے باطنی نورِ مشکاۃ نبوت سے ہی منور ہیں۔ اور نورِ نبوت سے بڑھ کر کوئی نور روئے زمین پر اس لائق نہیں کہ اس سے روشنی حاصل کی جائے۔

(مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

آپ اندازہ لگائیں کہ جن کی زندگی کی تمام حرکات و سکنات بارگاہِ نبوت سے تشکیل پاتی ہوں۔ بھلا وہ کیسے غلط بیانی کر سکتے ہیں؟ اور وہ کیسے تاجدار کائنات ﷺ کی طرف غلط چیز منسوب کر سکتے ہیں؟ یا جو قول آقا ﷺ کی بارگاہِ مبارک سے تصدیق نہ کیا ہو وہ بیان کر سکتے ہیں۔

۴۔ امام ابی المواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی الانصاری الشافعی المصری المعروف بالشعرانی (المتوفی: ۹۷۳ھ) طبقات الکبری میں صوفیاء کے مقام و مراتب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال القشیری لم یکن عصر فی مدۃ الاسلام وفیہ شیخ من ھذہ الطائفۃ الا وائمۃ ذلك الوقت من العلماء قد استملوا لذلك الشیخ وتواضعوا لہ وتبرکوا بہ ولولا مزیۃ وخصوصیۃ للقوم لکان الامر بالعکس۔

قلت: ویکفینا للقوم مدحا اذعان الامام الشافعی رضی اللہ عنہ لشیبان الراعی حین طلب الامام احمد بن حنبل ان یسالہ عمن ینسی صلاۃ لا یدری ای صلاۃ ھی واذعان الامام احمد بن حنبل لشیبان کذلك حین قال شیبان: ھذا رجل غفل عن اللہ عز وجل فجزاؤہ یؤدب۔

و کذلك یکفینا اذعان الامام احمد بن حنبل رضی الله عنه لابی حمزة البغدادی الصوفی رضی الله عنه واعتقاده حین کان یرسل له دقائق المسائل ویقول: ما تقول فی هذا یا صوفی؟ فشیء یقف فی فهم الامام احمد بن حنبل ویعرفه ابو حمزة غایة المنقبة للقوم کذلك یکفینا اذعان ابی العباس بن شریح للجنید حین حضره وقال لا ادری ما یقول ولکن لکلامه صولة لیست بصولة مبطل و کذلك اذعان الامام ابی عمران للشبلی حین امتحنه فی مسائل من الحیض وافاده سبع مقالات لم تکن عند ابی عمران وحکی الشیخ قطیب الدین بن ایمن رضی الله عنه ان الامام احمد بن حنبل رضی الله عنه کان یحث ولده علی الاجتماع بصوفیة زمانه ویقول انهم بلغوا فی الاخلاص مقام لم تبلغه... قلت وسمعت شیخی ومولائی ابا یحیی زکریا الانصاری شیخ الاسلام یقول: اذ لم یکن للفقیه علم باحوال القوم واصطلاحاتهم فهو فقیه جاف... قلت وقد رایت رسالة ارسلها الشیخ محی الدین بن العربی رضی الله عنه للشیخ فخر الدین الرازی صاحب التفسیر یبین له فیها نقص درجته فی العلم هذا والشیخ فخر الدین الرازی مذکور فی العلماء الذین انتهت الیهم الریاسة فی الاطلاع علی العلوم جملتها۔

اعلم یا اخی وقفنا الله وایاك انا الرجل لا یکمل عندنا فی مقام العلم حتی یکون علمه عن الله عز وجل بلا واسطة من نقل او شیخ فان من کان علمه مستفادا من نقل او شیخ فما برح عن الاخذ عن المحدثات وذلك معلول عند اهل الله عز وجل ومن قطع عمره فی معرفة المحدثات وتفاصیلها فاته حظه من ربه عز وجل لان العلوم المتعلقة بلا محدثات یفنی الرجل عمره فیها ولا یبلغ الی حقیقتها ولو انك یا اخی سلکت علی ید شیخ من اهل الله عز وجل لا وصلك الی حضرة شهود الحق تعالی فتاخذ عنه العلم بالامور من طریق الالهام الصحیح من غیر تعب ولا نصب ولا سهر کما اخذه الخضر علیه السلام فلا علم الا ما کان عن کشف وشهود۔ لا عن نظر وفکر وظن و تخمین وکان الشیخ الکامل ابو یزید البسطامی رضی الله عنه یقول لعلماء عصره اخذتم علمکم من علماء الرسوم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت.

وینبغی لك یا اخی الا تطلب من العلوم الا ما تکمل به ذاتك معك حیث انت قلت ولیس ذلك الا العلم بالله تعالی من حیث الوهب والمشاهدة فان علمك بالطب مثلا انما یحتاج الیه فی عالم الاسقام والامراض فاذا انتقلت الی عالم ما فیه سقم ولا مرض فمن تداوی بذلك العلم۔

فقد علمت یا اخی انه لا ینبغی للعاقل ان یاخذ من العلوم الا ما ینتقل معه الی البرزخ دون ما یفارقه عند انتقاله الی عالم الاخرة ولیس بمنتقل معه الا علمان فقط العلم بالله عز وجل والعلم بمواطن الاخرة۔

حتی لا ینکر التجلیات الواقعة فیها ولا یقول للحق اذا تجلی له نعوذ بالله منك کما ورد فینبغی لك یا اخی الکشف عن هذین العلمین فی هذه الدار لتجنی ثمرة ذلك فی تلك الدار ولا تحمل من علوم هذه الدار الا ما تمس الحاجة الیه فی طریق سیرك الی الله عز وجل علی مصطلح اهل الله عز وجل ولیس طریق الکشف عن هذین العلمین الا بالخلوة والریاضة والمشاهدة والجذب الالهی و کنت ارید ان اذکر لك یا اخی الخلوة وشروطها وما یتجلی لك فیها علی الترتیب شیئا فشیئا لکن منعنی من ذلك الوقت واعنی بالوقت من لاغوص له فی اسرار الشریعة ممن دابهم الجدال حتی انکروا کل ما جهلوا وقیدهم التعصب وحب الظهور والریاسة واکل الدنیا بالدین عن الاذعان لاهل الله تعالی والتسلیم لهم۔

ترجمہ: امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دورِ اسلام میں کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ اس میں اہل تصوف کا شیخ موجود ہو اور اس زمانے کے آئمہ عظام نے اس شیخ کے آگے گردن نہ جھکائی ہو اور اس سے عاجزی سے پیش نہ آئے ہوں اور اس سے برکت حاصل نہ کی ہو اگر ان (صوفیاء) کو یہ فضیلت و خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ اس قوم (جماعت صوفیاء) کی فضیلت پر ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ جس وقت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے پوچھنا چاہا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو نماز میں یہ بھول جائے کہ یہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے؟ تو حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حضرت شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے قول کو مان

لیا اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے سامنے سر جھکا دیا جس وقت انہوں نے فرمایا: کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے غافل ہے پس اس کی پاداش یہ ہے کہ اس کی تادیب کی جائے۔ اور اس طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا ابی حمزہ بغدادی صوفی پر اعتقاد لانا اور ان کے پاس دقیق مسائل کا بھیجنا اور یہ کہنا (ما تقول فی ھذا یا صوفی؟) کہ اے صوفی تم اس مسئلے میں کیا کہتے ہو؟ جو چیز امام احمد کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کو ابو حمزہ سمجھ جائیں۔ تو اس سے جماعت صوفیاء کی غایت درجہ کی تعریف نکلتی ہے۔

(امام شعرانی فرماتے ہیں) اسی طرح ہمارے لئے کافی ہے ابو العباس بن سریج کا حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر اعتقاد لانا۔ جب وہ ان کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ جو کچھ جنید کہتے ہیں اس کو تو میں نہیں جانتا لیکن ان کے کلام میں ایک رعب پایا جاتا ہے۔ جو اہل باطل کا رعب نہیں ہے اور اسی طرح امام ابو عمران اکابرین فقہاء میں تھے نے حضرت امام شبلی رضی اللہ عنہ کے آگے اس وقت سر جھکایا جس وقت حیض کے مسائل میں حضرت امام شبلی کا امتحان لینا چاہا اور انہوں نے سات ایسی باتیں بتائیں جو امام ابو عمران کو معلوم نہ تھیں۔

اور شیخ قطب الدین ایمن رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو رغبت دلایا کرتے تھے کہ اس زمانے کے صوفیوں کے پاس جایا کرو اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ خلوص میں جس درجہ تک پہنچے ہیں وہاں تک تم نہیں پہنچے۔ میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پیرو مرشد اور آقا و مولیٰ حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ جب فقیہ کو اس قوم (جماعت صوفیاء) کے احوال اور ان کی اصطلاحات سے واقفیت نہ ہو تو وہ خشک فقیہ ہے۔

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں نے ایک رسالہ دیکھا ہے جو شیخ حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کو لکھ کر بھیجا تھا۔ اس میں انہوں نے امام صاحب کے درجہ کا علم میں کمتر ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ امام فخر الدین رازی کا شمار ان علماء میں ہے جن پر تمام علوم (اسلامیہ) کی ریاست ختم ہوتی ہے۔

اور وہ خطیہ ہے:

اے میرے بھائی خدا ہم کو توفیق عطا فرمائے سنو! کوئی شخص ہمارے نزدیک علم کے مقام میں اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کا علم بغیر واسطۂ نقل یا استاد کے خدائے عز وجل کی طرف سے نہ ہو کیونکہ جس کا علم نقل یا استاد سے حاصل ہوتا ہے (یقینا) وہ برابر نو پیدا چیزوں سے لیتا ہے۔ اور (یہ) اہل اللہ کے نزدیک خالی از علت نہیں اور جس نے نو پیدا چیزوں کی شناخت اور اس کی تفاصیل میں عمر گنوائی اس نے اپنا حصہ اللہ عز وجل کے پاس کھودیا کیونکہ آدمی ان علوم میں جو نو پیدا چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں اپنی عمر کو فنا کرتا ہے اور ان کی حقیقت تک نہیں پہنچتا۔

اے میرے بھائی! اگر آپ اہل اللہ میں سے کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلوک اختیار کرتے تو وہ تم کو حق تعالیٰ کے حضور مرتبۂ شہود تک پہنچا دیتا۔ وہاں سے تم اشیاء کا صحیح علم الہام کے طریقے سے حاصل کرتے جس میں نہ مشقت ہے نہ ماندگی ہے نہ بے خوابی ہے جیسا کہ خضر علیہ السلام نے حاصل کیا۔ پس علم تو ہے ہی وہی جو کشف و شہود سے حاصل ہو نہ کہ وہ جو نظر و فکر اور گمان و قیاس سے۔ اور شیخ کامل حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے علماء سے فرماتے تھے تم نے اپنے علوم رسمی عالموں (یعنی) مردوں نے مردوں سے حاصل کئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے علوم اس زندہ جاوید سے حاصل کئے ہیں جو مرنے والا نہیں ہے۔ اور اے میرے بھائی! آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ علوم میں سے اسی علم کی جستجو میں رہو جس سے تمہاری ذات کامل ہو۔ اور جہاں تم جاؤ تمہارے ساتھ رہے اور ایسا علم صرف علم باللہ ہی ہے جو وہب اور مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے پس اگر آپ کا علم طب ہے مثال کے طور پر تو اس کی ضرورت اسی عالم میں ہے جہاں دکھ اور بیماریاں ہیں اور جب تم اس عالم میں منتقل ہو جاؤ گے جہاں دکھ اور مرض نہیں ہے تو وہاں اس علم کے ذریعے کس کا علاج کرو گے؟

اے میرے بھائی! یقینا آپ کو علم ہو گا کہ صاحب عقل کے لئے مناسب یہی ہے کہ علوم میں سے صرف وہی علم حاصل کرے جو اس کے ساتھ عالم برزخ تک جائے نہ کہ وہ جو عالم آخرت کی طرف منتقل ہوتے وقت ساتھ چھوڑ دے اور آدمی کے ساتھ جانے والے صرف دو ہی علم ہیں ایک علم باللہ اور دوسرا مواطن آخرت (معاملات آخرت) کا علم۔

حتی کہ اس عالم میں جو تجلیات واقع ہوں اس کا انکار نہ کر بیٹھے اور جب حق کی تجلی اس پر ہو تو نعوذ باللہ منک نہ کہہ دے جیسا کہ وارد ہوا ہے اس لئے اے میرے بھائی! آپ کے لئے یہ مناسب ہے کہ اسی عالم میں یہ دونوں علم آپ پر کھل جائیں تا کہ ان کا پھل اس عالم میں تم کو ملے، اور اس عالم کے انہی علوم کو لو جن کی ضرورت اہل اللہ کی اصطلاح کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے راستہ میں پیش آئے اور کشف کا راستہ (فقط) ان دونوں علوم میں سے نہیں مگر خلوت، ریاضت مشاہدہ اور جذب الٰہی کے ساتھ۔

اور اے میرے بھائی! میں نے چاہا (کہ دونوں علموں کا انکشاف) صرف خلوت اور اس کی شرائط اور ان تجلیات کا جو آپ کو خلوت میں نظر آئیں ترتیب وار تھوڑا تھوڑا کر کے آپ کے لئے ذکر کروں لیکن (مخالفتِ) زمانہ نے مجھے اس ارادے سے باز رکھا (مخالفت) زمانہ سے میری مراد وہ اشخاص ہیں جن کو اسرارِ شریعت کی سمجھ نہیں ہے جن کا طریقہ لڑنا جھگڑنا ہے یہاں تک کہ ایسے لوگ جتنی چیزوں سے ناواقف ہوتے ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں اور تعصب اور نام و نمود سردار بننے اور دین کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنے کی محبت نے ان کو اہل اللہ پر اعتقاد لانے اور ان کی بزرگی کو ماننے سے روک رکھا ہے۔

(الطبقات الکبری المسماۃ بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار ص ۱۰،۱۱،۱۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

۵۔ امام اجل الشیخ محمد بن علی بن عطیہ الحارثی بابی طالب المکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف "قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ووصف طریق المرید الی مقام التوحید" میں صوفیاء کرام کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عبارت نقل کرنے سے پہلے سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی اہمیت واضح کر دوں۔

۶۔ تصوف کی دنیا میں قوت القلوب ایسی مستند ترین کتاب ہے کہ جس سے امام غزالی جیسی شخصیات نے استفادہ کیا ہے "المنقذ من الضلال" میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فابتدات بتحصیل علمهم من مطالعة كتبهم مثل قوت القلوب لابی طالب مکی رحمة الله علیه و كتب الحارث المحاسبی والمتفرقات الماثورة عن الجنید والشبلی وابی یزید البسطامی قدس الله ارواحهم۔

ترجمہ: میں نے علم صوفیاء کو حاصل کرنے کی ابتدا ان کی کتابیں پڑھنے سے شروع کی مثلا ابو طالب مکی کی قوت القلوب اور تصنیفاتِ حارث محاسبی اور متفرقاتِ ماثورہ جنید و شبلی اور بایزید بسطامی قدس اللہ ارواحہم۔ (مجموعہ رسائل غزالی المنقذ من الضلال ص ۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

۷۔ اب حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب کی عبارت ملاحظہ کیجئے:

وقد كان علماء الظاهر اذا اشكل علیهم العلم فی مسالة لاختلاف الادلة سالوا اهل العلم بالله لانهم اقرب الى التوفيق عندهم ابعد من الهوى والمعصية منهم۔ الشافعی رحمة الله علیه كان اذا اشتبهت علیه المسالة لاختلاف اقوال العلماء فیها وتكافؤ الاستدلال علیها رجع الى علماء اهل المعرفة فسالهم قال: وكان یجلس بین یدی شیبان الراعی كما یجلس الصبی بین یدی المكتب ویساله كیف یفعل فی كذا و كیف یصنع فی كذا فیقال له مثلك یا ابا عبد الله فی علمك وفقهك تسال هذا البدوی فیقول ان هذا وفق لما علمناه.... وقد كان احمد بن حنبل ویحیی بن معین رضی الله عنهما یختلفان الى معروف بن فیروز الكرخی رحمة الله علیه ولم یكن یحسن من العلم والسنن ما یحسنانه فكانا یسئلانه۔

ترجمہ: علماء ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عالم باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ وہ تسلیم کرتے کہ یہ لوگ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو جب کبھی علماء کرام کے اقوال میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے کسی مسئلہ میں اشکال پیدا ہو جاتا اور وہ استدلال نہ کر پاتے تو اہل معرفت علماء کرام (یعنی صوفیاء کرام) کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے پوچھتے۔

منقول ہے کہ وہ (امام شافعی) حضرت شیبان راعی کی خدمت میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے جیسے کوئی بچہ مکتب میں استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اور ان سے عرض کرتے کہ فلاں مسئلہ میں کیا کریں اور فلاں میں کیا کریں؟ تو لوگ امام شافعی سے کہتے اے ابو عبد اللہ! آپ جیسا عالم اور فقیہ اس بدوی سے مسائل دریافت کرتا ہے تو وہ (امام شافعی) عرض کرتے ہیں جو ہم جانتے ہیں یہ سوال کرنا بھی اسی کے موافق ہے۔۔۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین اکثر حضرت معروف بن فیروز کرخی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے حالانکہ حضرت معروف کرخی علم و سخن میں ان دونوں سے زیادہ (عالم و محدث) نہ تھے مگر اس کے باوجود وہ دونوں ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

(قوت القلوب جلد ا ص ۲۷۰، ۲۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

۸۔ اور امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین الشامی (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) امام الاکوسی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

لو لا السنتان لهلك النعمان۔

ترجمہ: اگر میرے دو سال تحصیل کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتا۔ (صب العذاب علی من سب الاصحاب ص ۱۵۸-۱۵۷)

ایک لمحہ کے لئے ائمہ اربعہ اور بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام یحییٰ بن معین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقام اور مرتبہ کو بھی دیکھیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، امام شافعی کا، حضرت شیبان راعی، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کا حضرت معروف کرخی، فقیہ ابو عمران کا، حضرت امام شبلی اور ابو العباس بن سریج کا حضرت جنید بغدادی اور حضرت امام

احمد بن حنبل کا حضرت ابی حمزہ بغدادی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمت میں بیٹھنا بھی دیکھیں اس لئے یہ بڑے احتیاط کی جگہ ہے:

۹۔ علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

ومن فتح باب اعتراض علی المشائخ والنظر فی افعالهم والبحث عنها فان ذالك علامة حرمانه. سوء عاقبته وانه لا يفلح انتهى-

ترجمہ: اور جس شخص نے صوفیاء کرام واولیاء پر اعتراض کا دروازہ کھولا اور (عیب جوئی کے لئے) ان کے افعال میں نظر کی اور (مخالفت میں) اس سے بحث کی بے شک یہ بد نصیبی اور برے خاتمے کی علامت ہے اور بے شک وہ کبھی فلاح نہیں پائے گا۔

(اقتباس من البرہان مجموعہ رسائل ابن عابدین الجز الثانی ص۲۸۹ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان)

ضروری گزارشات

لہٰذا اگر ہم تصانیفِ صوفیائے کرام میں عمل تخریج کے دوران وسائل کی کمی یا کتب احادیث کی عدم دستیابی یا کسی بھی وجہ سے متنِ حدیث ڈھونڈنے میں ناکام ہو جائیں تو:

۱۔ اس کے حدیث ہونے سے انکار نہ کیا جائے۔

۲۔ اسے اپنی علمی کم مائیگی کی طرف لوٹایا جائے۔

۳۔ تمام متونِ حدیث کے دستیاب ہونے تک اس پر تحقیق کا کام جاری رکھا جائے۔

۴۔ اور صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے معمولات پر اعتراض نہ کیا جائے۔

۵۔ صوفیاء واولیاء کے روایتِ حدیث کے طریقہ کو لازماً مدنظر رکھا جائے اور اسے برحق مانا جائے۔ کیونکہ یہ ہستیاں اکثر فرامین واحادیث براہِ راست مجلس نبوت ﷺ سے سماع فرماتی ہیں۔

صوفیاء کی روایات کا حکم شرعی:

صوفیاء کرام جو احادیث مبارکہ خواب میں یا براہِ راست حضور نبی کریم ﷺ سے لیتے ہیں جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر احادیث کو لیا اور بعض احادیث کی

تصحیح کروائی اور شاہ صاحب نے تو ان تمام احادیث مبارکہ کو ایک رسالہ میں جمع کیا جس کا نام دُرِ ثمین رکھا ہے تو ایسی تمام احادیث فضائل اعمال اور مناقب میں معتبر ہیں لیکن ان سے احکام شرعی ثابت نہیں ہوں گے۔ اور اس بات کی بھی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ خواب یا بیداری میں حضور نبی پاک ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے والے شخص کو صحابی نہیں کہیں گے اور نہ صحابیت کا درجہ دیں گے اور نہ دے سکتے ہیں اور نہ وہ کسی صحابی کے مقام و مرتبہ کے برابر ہو سکتا ہے۔

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۹۔ ۱۱۰۲ ہجری) کلید التوحید کلاں میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمیع اصحاب اصحاب صفہ واصحاب بدر واصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہیچ کس نہ سیر سد بجز اصحابانِ محمد رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے اصحاب پاک کے سوا کوئی اور شخص اصحابہ بدر اصحاب کبار اور جملہ صحابہ کرام تک نہیں پہنچ سکتا۔

(کلید التوحید کلاں: صفحہ ۱۴۲: العارفین پبلیکیشنز لاہور پاکستان)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صوفیاء کرام حضور نبی کریم ﷺ کے روحانی اور باطنی شاگرد ہوئے ہیں اور آپ ﷺ ان کا ظاہری اور باطنی تزکیہ اور تعلیم و تلقین فرماتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک ﷺ کی مرضی و رضا کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور یقیناً انہی نفوس قدسیہ کی شان میں آیا ہے:

کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها۔

ترجمہ: میں اس کے کان، آنکھ ہاتھ، پاؤں اور زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا، دیکھتا، پکڑتا، چلتا ہے۔

اور انہی سے متعلق فرمایا گیا ہے: اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

صوفیاء کے مقام کے بارے میں مزید اقوال:

۱۔ امام ابی القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری رسالہ القشیریہ (ص:۱۱) میں فرماتے ہیں:

اعلموا رحمکم اللہ ان شیوخ ھذہ الطائفۃ بنوا قواعد امرھم علی اصول صحیحۃ فی التوحید صانوا بھا عقائدھم عن البدع ودانوا بما وجدوا علیہ السلف واھل السنۃ۔

ترجمہ: جان لو اللہ تم پر رحم فرمائے اس جماعتِ صوفیاء کے بزرگوں نے توحید کے سلسلے میں اپنے موقف کے قواعد کو صحیح اصول پر استوار کیا ہے انہوں نے اپنے عقائد کو بدعات سے محفوظ رکھا اور ان عقائد اور اعمال کے قریب ہو گئے جن پر اسلاف اور اہل سنت کو پایا۔

۲۔ اور رسالہ القشیریہ (ص: ۴۲۷) میں لکھتے ہیں:

کان اصول ھذہ الطائفۃ اصح الاصول ومشایخھم اکبر الناس وعلماء ھم اعلم الناس۔

ترجمہ: اس گروہ کے اصول سب سے زیادہ صحیح اصول ہیں اور ان کے مشائخ تمام لوگوں سے بڑے اور ان کے علماء سب لوگوں سے بڑھ کر علم رکھنے والے ہیں۔

۳۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ المنقذ من الضلال ص ۶۲ میں فرماتے ہیں:

وان سیرتھم احسن السیر وطریقھم اصوب الطریق اخلاقھم ازکی الاخلاق۔

ترجمہ: اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا راستہ سب راستوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق تمام اخلاق سے زیادہ پاکیزہ تر ہیں۔

۴۔ امام ابو طالب مکی ان کی شان میں قوت القلوب ص ۲۷۰ میں لکھتے ہیں:

وقد کان علماء الظاھر اذا اشکل علیھم العلم فی مسالۃ لاختلاف الادلۃ سالوا اھل العلم باللہ لانھم اقرب الی التوفیق عندھم والبعض من الھوی والمعصیۃ منھم۔

ترجمہ: علمائے ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عارف باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ یہ

لوگ ان کے نزدیک اللہ جل وعلا کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

۵۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۵۵۷ میں امام ابو طالب مکی کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقول الشیخ ابی طالب المکی یعتبر لو فور علمه و کمال حاله وعلمه باحوال السلف ومکان ورعه وتقواه وتحریه الاصوب والاولی۔

ترجمہ:اور شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر ہوگا ان کے کثرت علم ،کمال حال،اسلاف کے احوال کو جاننے ،ورع و تقوی کی منزلت اور احق واولی فکر کی وجہ سے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول و فعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت اور نامناسب بات ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واتبع سبیل من اناب الی۔

ترجمہ: جو میری طرف جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیاء کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

انما یتمسک بافعال اہل الدین۔

ترجمہ: دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

صوفیاء سے بڑھ کر کون دین دار ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ صفحہ ۵۵۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان)

حرکاتِ لطائف اور حرکتِ قلب کے دلائل:

حضور سیدی حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

جسم و لطائف کی حرکات کے متعلق آیات و اقوال صوفیاء:

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ * تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ ۔

ترجمہ: اللہ عزوجل نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (سورۃ الزمر: ۲۳)

تو آیت کریمہ قطعیہ سے بدن کی حرکت خواہ تمام بدن ہو یا بعض بدن ہو تمام چمڑا ہو یا بعض حصہ کی حرکت اور اضطراب ثابت ہے۔ اور یہ آیت کہ:

ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُہُمْ وَ قُلُوْبُہُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ

پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کیلئے۔ (سورۃ الزمر: ۲۳)

اس سے جلد، چمڑا اور قلوب (جمع قلب) یعنی لطائف کا نرم ہونا اور حرکت کرنا ثابت ہے۔

جیسا کہ امامِ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف پر ایسا تحریر کرتے ہیں کہ

لانت اجسادهم فصارت ظواهرهم بواطنهم ظواهرهم۔

ترجمہ: اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم کے اجساد نرم ہو چکے ہیں ان کا ظاہر باطن اور باطن ظاہر بن چکا ہے یعنی جس طرح باطن متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے اسی طرح ظاہر بھی متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے۔ (مکتوب شریف ص ۲۹۰ جلد ۱)

پس معلوم ہوا کہ جس طرح اولیاء کرام کے باطن اور لطائف اللہ تعالیٰ کے ذکر جاری اور حرکت کرنے والے ہیں اسی طرح انکا ظاہری بدن (بعض ہو یا کل) ذکرِ خداوندی جلّ جلالہ میں مشغول اور متحرک ہے۔

حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے جسم کا ہر ذرہ اور ہر بال ذکرِ خداوندی جلّ جلالہ میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

کے خوف سے متحرک رہتے ہیں۔ نیز اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدن کا کانپنا اور متحرک رہنا خاشعین اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صفت ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ علماء راسخین ہی ہیں جو کہ علم احکام اور اسرار کے جامع ہوتے ہیں۔ پس یہی حضرات خاشعین علماء ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے کہ:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (سورۃ فاطر:۲۸)

اور جس عالم میں خشیت نہیں ہو وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔

عارف باللہ سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

وقال الربیع بن انس، من لم یخش اللہ فلیس بعالم۔

ترجمہ: حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالم حقیقی نہیں ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج،۲، ص،۱۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اگرچہ ظاہری الفاظ و عبارات اسے یاد ہوں۔

اور خاشع کی صفت یہ ہے کہ:

تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم۔

یعنی ان کے جسم پر حرکت اور اضطرابات آتے ہیں

یعنی تحرّک تضطرب و ترتعد جیسا کہ جلالین اور مدارک کی تحقیق سے معلوم ہوا۔

من اقشعرّ جلدہ من خشیۃ اللہ تحاطت عنہ الذنوب کما تحاطت ورق الشجرۃ الیابستہ

جسکا جسم اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے تو اس سے اس طرح گنا ہ جھڑتے ہیں جس طرح درخت سے خشک پتے نیچے گر جاتے ہیں۔

کہ نبی اکرم ﷺ پر جب ابتدائی وحی نازل ہوئی اور تین دفعہ حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ اقراء اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ما انا بقاریٔ تو اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

فقال: اقرأ، فقلت: ما أنا بقارئ، فأخذني فغطني الثالثة ثم أرسلني، فقال: {اقرأ باسم ربك الذي خلق. خلق الإنسان من علق. اقرأ وربك الأكرم} " فرجع بها رسول الله صلى الله عليه وسلم يرجف فؤاده، فدخل على خديجة بنت خويلد رضي الله عنها، فقال: زملوني زملوني۔

ترجمہ: حضور نبی محتشم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے دوسری مرتبہ مجھے زور سے پکڑلیا اور پھر چھوڑ کر فرمایا کہ اپنے رب عزوجل کے نام سے پڑھ لو وہ ذات جس نے عالم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑ سے پیدا کیا۔ آپ نبی محترم ﷺ قرآن پڑھا کریں اور آپ ﷺ کا رب عزوجل بڑا کریم ہے۔ تو اس وحی کو نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ لائے اور آپ ﷺ کا دل مبارک حرکت کر رہا تھا پس خدیجۃ الکبری کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے کپڑے میں لپیٹ دو۔

(صحیح البخاری، باب بدء الوحی الی رسول، رقم: ص ۲)

شارحین بخاری نے اس کے تحت فرمایا ہے۔

ترجمہ: دل اضطراب کر رہا تھا اور دھڑ کتا تھا اور حرکت کر رہا تھا اور فواد دل کے مرادف ہے یا عین دل ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فواد دل کے باطن کو کہتے ہیں جو کہ حقیقۃ جامعہ سے مسمیٰ ہے اور انوار الہیہ کا جامع ہوتا ہے اور صفات فعلیہ کی تجلیات کا حامل ہوتا ہے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق یہ آخری قول راجح اور اصح ہے اور مجہول کا صیغہ اس لئے مستعمل ہے کہ اس کا قائل عظیم ترین ہے۔

ا۔ اور علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

واما علم خدیجه برجفان الفؤاد. فالظاهر انها رأته حقيقة ويجوز انها لم تره وعلمته بالقرائن وصورة الحال. أوأخبرها النبي ﷺ۔

ترجمہ: اور خدیجۃ رضی اللہ عنہا دل کی حرکت پر مطلع ہونا تو ظاہر یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے حقیقتاً دل کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی جائز ہے کہ انہوں نے خود حقیقتاً نہ دیکھا ہو قرآئن اور صورت حال سے دل کی حرکت معلوم ہو۔ (یعنی آپ ﷺ کے جسم اطہر پر کپڑے کی حرکت کی وجہ سے انہیں معلوم ہوا) یا آپ ﷺ مبارک نے انہیں خود خبر دی۔ (شرح الکرمانی علی صحیح البخاری ج ا ص ۲۰۴)

۲۔ اس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ:

احیاء دلہائے مردہ بتوجہ شریف او نموط است۔

ترجمہ: مردہ دلوں کا زندہ ہونا ان کی توجہ شریفہ سے وابستہ ہے۔

(جلد اول دفتر اول مکتوب ۳۹۲)

مکتوب ۲۶۰ لطائف عشرہ، ولایات ثلاثہ اور کمالات مع حقائق کے بیان میں صادر ہوا ہے مطالعہ فرمایئے۔

۳۔ مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذٰلِكَ وَكَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي سُمِعَ وَجِيبُ قلبه على ميلين.

ترجمہ: اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی طرح تھے اور جب آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوتے تو دو میل تک آپ کے دل کا اضطراب اور دھڑکن سنائی دیتی۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ج۸، ص۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(تفسیر قرطبی ج۴ ص۷۵۹)

۴۔ معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں

چوں نمی داند دلِ دانندۂ

ہست با گردندہ گردانندۂ

ترجمہ: ایک عاقل کا دل کیوں نہ اس بات کو جانے گا کہ (ہر) متحرک کے ساتھ (کسی) محرک (کا ہونا ضروری) ہے۔ (مفتاح العلوم، دفتر ششم. ص۸۶)

۵۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الأستاذ أبو علی الدقاق رحمه الله تعالى: الرهبة على مراتب: أولها: الخوف وهي من شرط الإيمان. قال الله تعالى: وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ثانيها: الخشية

وهی من شرط العلم، قال الله تعالى: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ثالثها الهيبة، وهی من شرط المعرفة. وقيل هی حركة القلب من جلال الرب.
وأما وصفه تعالى بها فی قوله تعالى: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ برفع الاسم الكريم ونصب العلماء عكس القراءة المشهورة كما قرأ به أبو حيوة وعمر بن العزيز وأبو حنيفة فهو على سبيل المجاز، والمراد غايتها التی هی التعظيم والإجلال فقط على حد قوله:

أهابك إجلالاً وما بك قدرةٌ علىّ ولكن مِلءِ عينٍ حبيبها

استاذ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رھبۃ کے کئی مراتب ہیں۔
پہلا درجہ خوف ہے۔ یہ ایمان کی شرط کے ساتھ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:
خَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ
ترجمہ: "مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو"۔ (آلِ عمران: ۱۷۳)
خشیت: یہ علم کی شرط کے ساتھ ہے۔ ارشاد پاک ہے:
إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ
ترجمہ: اللہ عزوجل کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸)
تیسرا درجہ ہیبت کا ہے۔ یہ معرفت کی شرط کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے دل کا حرکت کرنا ہے۔ اگر رب تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظ "اللہ" کو مرفوع پڑھا جائے۔ جیسا کہ ابو حیوۃ، عمر بن عبد العزیز اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے پڑھا ہے۔ یہ مشہور قراۃ کے برعکس ہے۔ تو یہ مجازاً ہو گا۔ اس سے مراد وہ غایت ہے جو تعظیم اور اجلال کی غایت ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے لکھا ہے:

أهابك إجلالاً وما بك قدرةٌ علىّ ولكن ملء عينٍ حبيبها

ترجمہ: میں تم سے ڈرتا ہوں۔ یہ ڈر تمہاری تعظیم کی وجہ سے ہے حالانکہ مجھ پر تمہیں قدرت نہیں ہے۔ لیکن اس کا محبوب آنکھ کو بھر دیتا ہے۔
(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۱، ص ۴۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۶۔ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:
مخدوما معدہ را محلی است ودل را محل دیگر ذکرے وتحرکے کہ از محل معدہ برآید آن ذکر منسوب بمعدہ است وذکرے کہ از محل دل ظاہر گردد وذکر دل:
فالامتیاز بینھما بامتیاز المحال۔

ترجمہ: میرے مخدوم! معدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر و حرکت کہ مقامِ معدہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکرِ معدہ سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل سے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔
(مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب ۷۰، ص، ۱۱۷،۱۱۸، گارڈن ویسٹ، کراچی)(مکتوبات معصومیہ، ج،۲، مکتوب،۷۰)

۷۔ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

از صاحبدلان صادق القول کہ آن وقت حاضر بودہ باین حقیر گفت روزی پیش ازانکہ حضرت خواجہ از ھندوستان بماوراءالنھر شوند در لاھور بمسجد برای أدای نماز فرض از فرایض خمسہ در آمدند در اثنای نماز ناگاہ از سینہ سکینہ ایشان آوازی مھیب ظاھر شد چنانکہ اھل صف نماز ازان حیر تھاروی وار بعدازادی تسلیمتین حضرت خواجہ تبعجیل ھرچہ تمام تراز مسجد بیرون رفتندازان پس دوسہ تن ازنزدیکان را فراھم آوردہ در منزل خودادای جماعہ میفرمودند۔

ایک اہلِ دل اور سچے بزرگ نے جو اس وقت موجود تھے مجھ سے بتایا کہ ایک دن جبکہ قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان سے ماوراء النہر روانہ نہیں ہوئے تھے لاہور میں ایک مسجد میں نماز فریضہ کیلئے تشریف لائے۔ نماز پڑھتے وقت یکایک آپ کے سینے سے ایک مہیب آواز نکلی جس سے تمام نمازی حیرت میں ہو گئے۔ نماز کے بعد قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت جلد مسجد سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد آپ دو تین قریبی تعلق والوں کو جمع کر کے اپنی قیام گاہ پر ہی جماعت سے نماز پڑھنے لگے۔ (برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص،۱۱)

۸۔ شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، الجتری، الشامی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

علم و عمل اور عالم و جاہل

آپ کا ارشاد ہے:"العلم بحرکات القلوب فی مطالعة الغیوب اشرف من العمل بحرکات الجوارح"

"دل کی حرکتوں کا علم محل غیب میں اس عمل سے زیادہ اشرف ہے جو اعضاء کی حرکتوں سے حاصل کیا جائے۔" (فیضان صوفیاء صفحہ ۲۷۷/۲۸۷)

۹۔ حضرت مؤید الدین بیر نگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ ،متوفی، ۱۰۱۲،ھ، لکھتے ہیں:

حرکت قلبی ہر گاہ بروفق حرکت ذکرے شودیا بسمع خیال کلمہ اللہ مسموع شود۔ ترجمہ: دلِ کی حرکت جب ذکر کی حرکت کے موافق ہوجائے یا خیال کے کانوں سے کلمہ اللہ سنا جائے۔

(کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعہ کلام ورسائل و ملفوظات و مکتوبات، رقعہ،۷،۲،ص،۹۲،ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور)(مکتوبات خواجہ باقی، رقعہ،۲۵)

۱۰۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم لی

اور آپ کے شیخ نے آپ کے حال پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہات کا اثر باطن میں رہا کرتا تھا۔ آپ کے شیخ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں، لیکن آپ ساکن تھے۔ ایک روز آپ راستے میں جارہے تھے کہ اچانک آپ کا دل حرکت میں آیا اور اسم ذات کی آواز آپ کے کان میں آئی۔ جس نے آپ کو مضطرب کردیا۔

۱۱۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) فرماتے ہیں

کہ میں نے ان کی حرکت ذکر اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے، (سیف الابرار، ص،۷۶،۶۶،۶۵،اسنبول، میرزا مظہر جان جاناں کے خطوط ،مکتوب،۵۳،ص،۱۶۳،لوائح خانقاہ مظہریہ، ص،۱۱۲)(خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص:۲۸۵)

۱۲۔معارف آگاہی مولانا جلال الدین ،رومی ،بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی ،۶۷۲،ھ، لکھتے ہیں:

تازگی و جنبشِ طوبے ست ایں
ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں

ترجمہ: یہ تازگی اور حرکت (سچی) خوشی کی تازگی و حرکت ہے (عام) مخلوقات کی سی (نفسانی) حرکت نہیں۔ (مفتاح العلوم،دفتر اول، ص،۶۶۲)

۱۳۔اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی ،قادری ،فاضل بریلی ،قدس سرہ ،متوفی،۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

من جبلة الانسان انه اذا استقر فی قلبه شیئ جری حسب ذلك الارکان واللسان و هوقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "ان فی جسد ابن اٰدم مضغة"الحدیث ففعل اللسان ولارکان اقرب مظنة وخلیفة لفعل القلب۔

انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ،الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور، ۲ /۵)(فتاوٰی رضویہ ،ج،۷، ص،۶۰۸، رضا فاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے

اپنے دل کی توجہ ذات الٰہی کی طرف کہ جس کا مبارک نام اللہ ہے پس اس ذکر میں اور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوف قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہیے تاکہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے۔ (ہدایت الطالبین، ص،۲۳)

۱۴۔ **شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھتے ہیں:**

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دعاؤں اور اذکار کو ایک بار مرشد پڑھ جائے اور مرید سنتا رہے یہ عمل تین بار ہونا چاہیے اس کے بعد مرشد کہے کہ جو کچھ مجھ کو اپنے شیوخ سے حاصل ہوا ہے تجھ کو دے دیا اور مرید کہے کہ میں نے قبول کیا اس کے بعد کسی ایسے تنگ و تاریک حجرے میں رہنے کی تعلیم دے جس کی وسعت صرف لیٹنے اور کھڑے ہونے کو کافی ہو اور شور و غل کی اس میں آواز نہ آتی ہو۔ مرید کو چاہیے کہ اس حجرے میں پاک وصاف ہو کر داخل ہو اور چار زانوں اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹھ میں کوئی کجی نہ ہو اور آنکھیں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے تاکہ اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے رگِ کیماس (ایک رگ ہے جو بائیں گھٹنے کے اندر ہے اور قلب سے تعلق رکھتی ہے اس کی تحریک و حرارت قلب پر اثر کرتی ہے) کو دبائے اس کے بعد خشوع و خضوع و حضورِ قلب سے یا حی یا قیوم الخ پڑھے اس کے بعد محاسبہ اور مجاہدہ کے طریقے سے ذکر میں فکر اور ملاحظہ اور واسطہ کے ساتھ بہت توجہ اور قوت و شدت جہریہ یا خفیہ سے جس سے اس کو ذوق وانبساط پیدا ہوا ہو اور لذتِ ذکر سے بے خودی ہو مشغول ہونا چاہیے۔ اور اگر کبھی غیر خدا کا خیال آئے تو دیدار شیخ سے اس کا انسداد کرے اور بدستور شغل میں مشغول ہو جائے تاکہ خطرات اور وساوس جو انسانیت کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں دفع ہو جائیں اور قلب کی صفائی اور تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے تاکہ اس ذکر کا اثر اس کے تمام اعضاء اور رگوں میں ظاہر ہو جائے اور مکاشفات انوار غیبی کا مظہر بنے اور حقائق اشیا اس پر منکشف ہو جائیں اور علم ارواح سے ملاقات اور ذکر حقیقی و شہود حق حاصل ہو جائے۔

فائدہ جب ذکر کرنے والا ذکر میں ایسا کمال حاصل کر لے ان کی قلبی حرکت کا احساس اس کے دل کی زبان سے ہو سکے تو وہ حرکت قلبی تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پہلے کوئی عضو ایسی حرکت کرنے لگتا ہے کہ جو قلب کے لیے مخصوص ہے اور اس کے بعد بعد کبھی کبھی ہاتھ کبھی پاؤں کبھی سر بلا اختیار حرکت کرنے لگتے ہیں یہاں تک

کہ دنیا اس کو متحرک نظر آنے لگتی ہے ذکر کا نور جب حرکت کرتا ہے تو تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور تھوڑی مدت میں تمام جسم کو گھیر لیتا ہے اور اس ذکر کی وجہ سے اس پر مختلف انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں وہ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے اور کبھی متحیر و پریشان ہوجاتا ہے مرید کو چاہیے ایسی حالت میں کسی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور اگر خدا کی مدد شامل ہوئی تو کبھی اپنے تمام جسم کو ذاکر پائے گا اور تمام اعضاء قلب کے ہم سر ہوجائیں گے اسی ذکر میں ذاکر تمام اعضاء کا ذکر سنتا ہے۔

(کلیات امدادیہ، ص ۱۲)

۱۵۔ دیوبندیوں کے عارف باللہ سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

حکایت: اور اس پر یہ حکایت سنائی کہ ایک سید زادی اور ایک ملانی دونوں میں محبت تھی اور دونوں ہی اہل ذکر تھیں، آپس میں یہ معاہدہ ہوا کہ جو پہلے مرجائے دوسری دفن کے وقت اس کی قبر میں اترے۔ قضائے الٰہی سے سید زادی پہلے مر گئی ملانی حسب وعدہ دفن کے وقت پہنچی اور اس کا حال دیکھا کہ سید زادی کا قلب بڑے زور سے اللہ اللہ کر رہا تھا۔

(مقامات فضلیہ، ص ۸۴)

۱۶۔ ایک دفعہ حضرت قیوم الزماں شیخنا الامجد مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طالقان میں جلوہ افروز ہوئے تھے اور یہ فقیر ارچی میں اس وقت تھا کہ

اچانک میرے لطیفۂ سر نے بے اختیار حرکت کرنا شروع کر دی اور حرکت واضح طور پر ظاہر ہوئی۔ اس وقت سابقہ سالکین میں سے خلیفۂ اعظم روحانی صاحب کے والدِ بزرگ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں بھی حیران ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ چند دن بعد جب حضرت ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارچی میں تشریف لے آئے اور میرے لطیفۂ سر کا یہ حال دیکھ لیا تو فرمایا کہ یہ حالت کب سے ظہور پذیر ہوئی ہے؟ تو میں نے معیّن دن اور وقت بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ اسی دن اسی وقت میں مسجد میں تلاوت کر رہا تھا صرف اور صرف آپکی محبّت دل میں تھی کہ اچانک میرا لطیفہ سر بھی نکل آیا

میں نے اس حالت کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن ختم نہ ہو سکی پھر میں نے بارہا بار مختلف خصوصی اوقات میں خصوصی دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ : نقشبندیہ مبارکہ کا کمال مخفی ہے اس حال کا ظہور میں پسند نہیں کرتا کیونکہ میں استدراج سے بہت ڈرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ اس حال کو چھپادے اور ختم کردے۔ لیکن میں نے جتنی بھی دعائیں مانگی یہ حالت اور بڑھتی گئی۔ پھر حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جسطرح اس حالت کو ختم کرنے کیلئے دعائیں مانگیں۔ اسطرح آپ بھی دعاء مانگو تاکہ آپ کا ذمہ بھی فارغ ہو جائے تو تعمیل امر کے واسطے جب اس فقیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حالت کو چھپانے اور اس حال کے ختم کرنے کی دعائیں مانگی تو لطیفہ خفی نے بھی ظہور کیا۔ (ہدایت السالکین، ص،۲۴۹)

(واقعہ نمبر ۲)

ایک مرتبہ زرخرید میں حضرت سیدنا مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ یہ فقیر بھی موجود تھا اور سید حسن جان آغاجان صاحب بھی ادھر موجود تھے میں نے ایک بڑا بالاپوش پہن رکھا اندر سے تو میرے لطائف حرکت کرتے تھے لیکن بالاپوش (کوٹ) پہننے کی وجہ سے حرکت باہر معلوم نہیں ہوتی تھی تو حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری طرف کئی مرتبہ میری طرف دیکھا لیکن میں نہیں سمجھ سکا تو صریح الفاظ میں انہوں نے فرمایا پھنیکو اس، چرم خیر س، کو جس چیز کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانا چاہتا ہے۔ ہم کو کیونکر چھپائیں؟ تو میں نے بالاپوش اتار کر پھینک دیا۔
(ہدایت السالکین، ص،۲۵۱)

(واقعہ نمبر ۳)

ایک دفعہ زرخرید میں، پیروان غور، ایک مولوی صاحب پیروں کے گھرانے سے جاسوس اور معترض آیا تھا تو ایک ہفتہ گزارنے کے بعد حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس منکر اور معترض مولوی کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ مجھے ایک

شیشہ چاہیئے جب ہم نے شیشہ حاضر کیا تو شیشے کو اپنے کندھوں مبارک اور دیوار کے درمیان رکھ کر فرمایا کہ شیشہ کو دیوار کے ساتھ میں نے اپنے کندھوں کے ذریعہ پکڑلیا ہے تو اگر میں خود تکلفاً اپنے کندھوں کو ہلادوں تو یہ شیشہ نیچے گر جائے گا اور اگر میرے لطائف کی حرکت تکلفاً نہیں بلکہ غیر اختیاری ہے تو شیشہ نیچے اپنی جگہ رہے گا تو انھوں نے ویسا ہی کیا اور شیشہ نہیں گرا پھر فرمایا کہ: اے منکر میرے لطیفہ سر کی غیر اختیاری حرکت دیکھ لو اور آو میرے لطیفہ سر پر ہاتھ رکھکر جتنا زور تمہارے اندر ہے صرف کر کے میرے لطیفہ سر کو روک کر دیکھو۔ اس مولوی نے ہاتھ رکھکر خوب زور لگا کر لطیفہ کو دبایا لیکن لطیفہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ وہ مولوی لاجواب اور شرمندہ ہو گیا۔ (ہدایت السالکین، ص،۲۵۱،۲۵۲)

۱۸۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبدالقادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی،۵۶۱،ھ، فرماتے ہیں:

اذ تمکن الذکر فی القلب دام ذکر العبد للہ عزوجل وان لم یذکرہ بلسانہ کلما دام العبد فی ذکر اللہ عزوجل دامت موافقتہ لہ ورضاہ بافعالہ۔

جب ذکر الہیٰ قلب میں جگہ پکڑلیتا ہے تو بندہ ہمیشہ اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والا رہتا ہے اگر چہ وہ زبان سے اس کا ذکر نہ کرے۔ جب بندہ ہمیشہ ذکر الہیٰ میں رہتا ہے تو اس کی موافقت اور اللہ تعالیٰ کے افعال سے رضامند رہنا ہر وقت قائم رہتا ہے۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،المجلس السادس عشر ،ص،۷۷،دارالریان للتراث ،بیروت)(ص 197 فیوض غوث یزدانی)

۱۹۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبدالقادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی،۵۶۱،ھ، فرماتے ہیں:

فھو یراکم من کان ذاکرا للہ عزّوجل بقلبہ فھو ذاکرو من لم یذکرہ بقلبہ فلیس بذاکرا

ترجمہ: وہ تم کو یقینا دیکھتا ہے جو شخص اللہ کا ذکر قلب سے کرے وہ حقیقی ذاکر ہے اور جو اس کا ذکر قلب سے نہ کرے وہ اس کا ذکر کرنے والا ہی نہیں۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،المجلس الثالث والعشرون،۱۰۴،دار الریان للتراث ،بیروت)(ص،۲۵۱فیوض غوث یزدانی)

۲۰۔شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی ، حنبلی ،رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی،۵۶۱،ھ،فرماتے ہیں:

ذکرہ بلسانہ وبقلبہ وفی اکثر اوقاتہ یکون قلبہ ذاکرا ولسانہ ساکنا۔

ترجمہ:مومن کاذکر زبان و قلب دونوں سے ہوتا ہے اور اکثر اوقات میں اس کا قلب ذاکر ہوتا ہے اور زبان سکون میں۔(الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،المجلس الثامن والاربعون،۱۹۴،دار الریان للتراث ،بیروت)(ص،۳۲۱یوض غوث یزدانی)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی ، حنبلی ،رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی،۵۶۱،ھ،فرماتے ہیں:

ذکر اللسان بلا قلب لا کرامۃ ولا عزازۃ لک بہ الذکر ہو ذکر القلب والسر ثم ذکر اللسان اذا صح ذکر الحق عزّوجل للعبد ذکرہ الحق کما قال (فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولا تکفرون)اذکرہ حتی یذکرک اذکرہ حتی یحط الذکر عنک اوزارک تبقی خالیا عن وزر تصیر طاعۃ بلا معصیۃ۔

ترجمہ:بغیر قلب کے ذکر کے محض! زبانی ذکر میں نہ کوئی کرامت ہے اور نہ تیری کوئی بزرگی ذکر الہیٰ قلب و باطن کا ذکر ہے پھر زبان کا ذکر جب کسی بندہ کا ذکر الہیٰ! درست ہو جاتا ہے پس حق عزوجل اس کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔ تو خدا کا ذکر یہاں تک کر کہ وہ تیرا ذکر کرے تو اس کا ذکر یہاں تک کر کہ ذکر کی وجہ سے تیرے سب گناہ جھڑ جائیں تو گناہ سے خالی باقی رہ جائے اور طاعت بلا معصیت ہو جائے۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،المجلس الثامن والخمسون،۲۵۰،دار الریان للتراث ،بیروت)(ص،۵۳۵یوض غوث یزدانی)

۲۱۔حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی ،شافعی ،قدس سرہ ،متوفی،۵۰۵،ھ لکھتے ہیں:

وقال مجاھد في معنی قول اللہ تعالیٰ (من شر الوسواس الخناس) قال ھو منبسط علی القلب فاذا ذکر اللہ تعالیٰ خنس وانقبض واذا غفل انبسط علی قلبہ۔

امام مجاہد من شر الوسواس الخناس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان دل پر پھیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ ڈر کے مارے سکڑ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو پھیلتا ہے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، ج،۳، ص،۴۰، المکتبۃ التوفیقیۃ ،القاہرہ) (احیاء العلوم، جلد سوئم، ص ۵۶)

لطائف سبعہ اوران کی حرکت کابیان:

۲۲۔ حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

طریق مشغولی بذکر حق سبحانہ باتوجہ بلطائف سبعہ تادران حرکت ذکر پیدا شود ایست کہ اول بیست وپنج بار استغفار بخواند باز بارواح طیبہ بزرگان علیہم الرحمہ فاتحہ بخواند وبواسطہ آنہا از جناب الٰہی التجا وطلب فیض محبت ومعرفت کند وصورت شخص کہ ازو تلقین یافتہ روبروی دل حاضر نماید اول از لطیفہ قلب کہ زیر پستان چپ بہ فاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو است ذکر کند مفہوم اسم مبارک اللہ تعالیٰ کہ ذاتی است بیچون سبحانہ در لحاظ داشتہ ونگہداشت خواطر گذشتہ وآیندہ توجہ بقلب کردہ توجہ دل بہمان مفہوم مقدس داشتہ بزبان خیال اسم مبارک اللہ اللہ بگوید ہر گاہ حرکت در دل پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است متوجہ شدہ بزبان خیال ذکر کند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بطرف سینہ بفاصلہ دو انگشت است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است بطرف وسط سینہ باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن در عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در پیشانی است ذکر نماید باز از لطیفہ قالب توجہ بطرف تمام قالب نمودہ بزبان خیال اللہ اللہ بگوید تاکہ حرکت در لطیفہ قالب ظاہر گردد۔

ترجمہ: توجہ کے ساتھ لطائف سبعہ سے حق سبحانہ کے ذکر میں مشغول ہونے کا طریقہ تاکہ اس میں حرکت ذکر پیدا ہوجائے یہ ہے کہ پہلے پچیس بار استغفار پڑھے پھر بزرگوں کی ارواح پاک علیہم الرحمہ پر فاتحہ پڑھے اور ان کے وسیلہ سے جناب الٰہی میں درخواست کرے اور محبت ومعرفت کا فیض طلب کرے اور جس شیخ سے تلقین پائی ہے اس کو دل کے روبرو حاضر کرے (پھر) اول

لطیفہ قلب سے جو کہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر پہلو کی طرف ہے (حق سبحانہ کا) ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک نام جو کہ ذاتی ہے، بیچون سبحانہ کو دھیان میں رکھ کر اور گذشتہ وآئندہ کے خواطر (وسوسوں) سے بچتے ہوئے دل کی طرف توجہ کر کے دل میں اس مقدس مفہوم سے متوجہ رکھ کر خیال کی زبان سے اسم مبارک اللہ اللہ کہے۔ جب دل میں حرکت پیدا ہو جائے تو پھر لطیفہ روح سے جس کا محل دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے متوجہ ہو کر خیال کی زبان سے ذکر کرے۔ پھر لطیفہ سر سے جس کا محل بائیں پستان کے سامنے سینے کی طرف دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے جس کا محل دائیں پستان کے سامنے دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے وسط کی جانب پھر لطیفہ اخفی سے جس کا محل بالکل سینہ کے درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس سے جس کا محل پیشانی میں ہے ذکر کرے پھر لطیفہ قلب سے تمام قالب (تن) کی طرف توجہ کر کے زبان حال سے اللہ اللہ کہے تاکہ لطیفہ قلب میں ذکر جاری ہو جائے۔ (مکاتب شریفہ مکتوب نمبر دوہم ص ۱۴)

۲۳۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

ذکر جہر برای گرمی دل وشنیدن اشعار محبت باآواز حزین بجہت غلبہ شوق گاہ گاہ واستماع قرآن مجید بحسن صوت دل را برقت وگداز می آرد اللہ تعالیٰ این پیر ضعیف وہمہ عزیزان را برین توشۃ عمل کرامت فرماید اول ذکر از دل باید نمود و محل لطیفہ قلب زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت حایل بہ پہلو است ہر گاہ حرکت ذکر در دل معلوم شود باز ذکر از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست مقابل پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است ہر گاہ حرکت ذکر دریافت شود باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محلش برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است باز اء لطیفہ اخفی کہ محلش در عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محلش وسط پیشانی است باز از لطیفہ قالب کہ محل آن تمام بدن است ذکر می نمایند زبان بکام چسپانیدہ توجہ بدل وتوجہ دل بہ حضرت حق سبحانہ نمودہ واندیش ہای گذشتہ وآیندہ از دل نگہداشتہ بزبان خیال ذکر اسم ذات اللہ اللہ می کنند وبعد چند بار ذکر بخیال خود می گویند خداوندا مقصود من توئی ورضائی تو محبت خوددہ ومعرفت خوددہ ہر گاہ لطائف سبعہ ذاکر می شوند۔

ترجمہ: گرمی دل کے لئے ذکر جہر غلبہ شوق کے لئے غمگین آواز میں کبھی کبھار اشعار محبت سننا قرآن مجید کی تلاوت خوبصورت آواز میں سننا دل میں رقت اور گداز پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس

ضعیف بوڑھے اور تمام عزیزوں (عقیدت مندوں) کو اس تحریر پر عمل (کی توفیق) کرامت فرمائے۔ اول ذکر دل سے کرنا چاہئے۔ لطیفہ قلب کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) سے دو انگلی کے فاصلہ پر پہلو کی جانب ہے۔ جب ذکر کی حالت دل میں ظاہر ہو جائے پھر لطیفہ روح سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ جب ذکر کی حرکت (لطیفہ روح میں) ظاہر ہوجائے تو پھر لطیفہ سر سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان کے برابر دو انگلی کا فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ اخفیٰ سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) عین سینہ کے درمیان میں ہے۔ پھر لطیفہ نفس سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) پیشانی کے درمیان ہے پھر لطیفہ قالب سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) تمام بدن ہے۔ زبان کو تالو سے چپکائے رکھے (اور) توجہ دل کی طرف اور دل کو حق سبحانہ کی طرف متوجہ رکھے گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے دل کو محفوظ رکھ کر زبانِ خیال سے ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرتے رہیں اور (اس کے) بعد چند بار اپنے خیال میں کہیں: خداوندا! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے اپنی محبت اور معرفت عطا فرما: سب لطائف سبعہ ذاکر ہو جائیں۔

(مکاتب شریفہ مکتوب: سیزدہم ص ۳۰)

۲۴۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوسرے مکتوب میں طریقہ نقشبندیہ کا طریقہ ذکر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

بیان طریقہ اول از لطیفہ قلب کہ محل آن زیر پستان چپ مائل بہ پہلو است ذکر اسم ذات اللہ اللہ نمایند تا کہ حرکت پر حلاوت پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست محاذی آن است ذکر میکنند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محل آن پیشانی است باز از تمام بدن کہ آنرا سلطان الاذکار گویند دل را از خواطر گذشتہ و آیندہ نگاہداشتہ و توجہ بدل نمودہ ذکر می کنند باز نفی و اثبات معمول است زبان را بکام چسپانیدہ و دم را زیر ناف بند نمودہ بزبان خیال کلمہ لا بدماغ رسانیدہ کلمہ الہ را بر دوش رسانیدہ الا اللہ بر دل ضرب می نمایند بطوری کہ گذر آن بر لطائف خمسہ افتد و معنی اینست کہ نیست ہیچ مقصود بجز ذات

پاک وقت مشغولی اول بیست و پنج بار استغفار نمودہ وفاتحہ بزرگان خواندہ ذکر می نمایند ہر گاہ کیفیت وجمعیت پیدا می شود آنرا نگاہ میدارند واگر مستور شود باز ذکر می کنند۔

ترجمہ: طریقہ اول کا بیان لطیفہ قلب جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف ہے (اس سے) ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرے، یہاں تک کہ حلاوت بھری حرکت پیدا ہو جائے اس کے بعد لطیفہ روح جس کی جگہ دائیں پستان کے نیچے اس کے برابر ہے (سے) ذکر کرتے ہیں۔ پھر لطیفہ سر جس کا محل بائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ خفی جس کی جگہ دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ اخفیٰ جس کی جگہ سینہ کے بالکل درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس جس کی جگہ پیشانی ہے پھر تمام بدن سے جسے سلطان الاذکار کہتے ہیں دل کو گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے محفوظ رکھ کر اور دل کی طرف توجہ کر کے ذکر کرتے ہیں پھر نفی واثبات کا معمول ہے۔ زبان کو تالو سے چپکا کر اور سانس کو ناف کے نیچے روک کر زبانِ خیال سے کلمہ لا کو دماغ تک پہنچا کر الا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے ہیں۔ اس طرح کہ اس کا گزر لطائف خمسہ پر ہوتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کوئی مقصود نہیں سوائے ذات پاک (اللہ سبحانہ و تعالیٰ) کے اس (عمل میں) مشغولی کے وقت اول پچیس بار استغفار کر کے اور (سلسلہ کے) بزرگوں کا فاتحہ پڑھنے کے بعد ذکر (لطائف) کرتے ہیں۔ جب کیفیت اور جمعیت پیدا ہو جائے تو اس کو نگاہ (میں) رکھتے ہیں اور اگر (وہ) مستور ہو جائے تو پھر (سے) ذکر کرتے ہیں۔

(مکاتب شریفہ مکتوب شصت و ششم ص ۷۳)

۲۵۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ!

ذکر بر دو قسم است اول اسم ذات است طریقش آنکہ زبان بکام چسپانیدہ و بزبان دل کہ محل آن زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است اسم مبارک اللہ را بگوید و مفہوم آن در لحاظ داشتہ کہ ذاتیست موصوف بصنعات کاملہ ومنزہ از سمات ناقصہ کہ بران ایمان آوردہ ایم واین لحاظ را پرداخت وجود ذہنی گویند در وقت ذکر حرکت در زبان وبدن پیدا نشود ودر تمام اوقات براین ذکر مواظبت نماید تا دل جاری شود پس از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید پس از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ کہ مائل بوسط سینہ بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست است بفرق دو انگشت مائل بوسط سینہ ذکر کند باز از لطیفہ اخفیٰ کہ

محل آن در عین وسط سینہ است ذکر نماید تا آنکہ لطائف خمسہ جاری شوند بذکر باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در وسط پیشانی است واز لطیفہ قالبیہ نیز ذکر اسم ذات معمول است۔

ترجمہ: ذکر کی دو قسمیں ہیں پہلی (قسم) اسم ذات ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکا کر زبان دل سے جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے اسم مبارک اللہ کہے اور اس مفہوم کا لحاظ رکھے کہ اللہ وہ ذات ہے جو صفاتِ کاملہ سے موصوف اور سماتِ ناقصہ سے منزہ ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ اس (کا) لحاظ (رکھنے) کو وجودِ ذہنی کی مشغولیت کہتے ہیں۔ ذکر کے وقت تمام اوقات میں اس ذکر میں ہمیشہ لگا رہے۔ یہاں تک کہ دل جاری ہو جائے۔ پھر لطیفہ روح جس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ سر جس کا مقام بائیں پستان کے برابر وسط سینہ کی دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے پھر لطیفہ خفی جس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر وسط سینہ کی جانب ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ اخفی جس کا مقام عین سینہ کے وسط میں ذکر کرے، یہاں تک کہ پانچوں لطائف جاری ہو جائیں۔ پھر لطیفہ نفس جس کا مقام وسط پیشانی ہے اور لطیفہ قالبیہ سے بھی ذکر اسم ذات کرنے کا معمول ہے۔ (مکاتب شریفہ مکتوب نودم ص ۱۳۷)

۲۶۔ اے عزیز حرکت ظاہری نتیجہ حرکت معنوی است یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح است و حرکت روح علامت حظ وذوق وشوق است از ندا الست بربکم روے نمودہ بود اے عزیز حظ روح در قلب اثر می کند واز قلب بقالب می رسد اعضا در حرکت می آیند و مرغ روح پرواز می کند و می خواہد کہ از قفس دامن گیر می گردد و قفص را نیز در حرکت و گردش می آرد رزقنا اللہ وایاکم بکرمہ ولطفہ لھذا النعمۃ۔

ترجمہ: اے عزیز حرکت ظاہری حرکت معنوی کا نتیجہ ہے یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح ہے اور حرکت روح علامت ذوق وشوق وحظ الٰہی ہے کہ جو نداء الست بربکم سے نمودار ہوا۔ اے عزیز حظ روح قلب میں اثر کرتا ہے اور قلب سے قالب میں جاتا ہے اعضاء حرکت میں آ جاتے ہیں اور مرغ روح پرواز کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ قفس تن سے روح کو جدا کرے اور قفس کو بھی حرکت اور گردش میں لاتا ہے رزقنا اللہ وایاکم بکرمہ ولطفہ لھذا النعمۃ۔

(الہامات غوثیہ ص ۵۰)

۲۷۔ امام زین الاسلام عبد الکریم القشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابتداء الذکر بالجوارح یجد العبد حرکۃ فی کل جوارحہ حتی لا یبقی جزء من لحمہ وعظمہ الا وفیہ حرکۃ واختلاج وتقوی الحرکات والاختلاجات حتی تصیر اصواتاً وکلمات تنبعث مسموعۃ من جمیع الجوارح والاجزاء۔ ماعدا اللسان لان اللسان لا ینطق فی مثل ہذہ الاحوال ویلازم العبد الترکیز فی ہذہ الھمۃ وھو یتیقن انہ لو لا حظ ہذہ الاذکار وطلب علمھا فانہ ینفی عنھا الی غیرھا ذلک لان الذکر قد وقع علی القلب صحیح انہ فی حال ذکر اللسان قد یکون للجوارح حرکات واختلاجات ولکنھا لیست علی ہذہ الدرجۃ من القوۃ والشمولیۃ۔

ترجمہ: جوارح کے ساتھ ذکر کی ابتداء کرنے سے بندہ تمام جوارح میں ایک حرکت کو پانے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی جزو بھی گوشت اور ہڈی سے باقی نہیں رہتا مگر اس میں حرکت اور اقشعرار ہوتا ہے جب حرکات اور اقشعرار قوی ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اصوات اور کلمات بن جاتے ہیں جو کہ نکلتی ہے سنانے کی طرح جمیع جوارح اور اجزاء سے ماسواء زبان کے اس لئے کہ زبان ان احوال میں نطق نہیں کرتی ہے اور بندہ لازم رکھتا ہے ہمت میں ثابت رہنے کو اور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اگر یہ ان اذکار کو ملاحظہ نہ کرے اور اس کے علم کو طلب کرے پس یہ اس سے دور ہو جائے گا اور غیر کی طرف چلا جائے گا اس لئے کہ ذکر تحقیق کے ساتھ قلب صحیح پر وارد ہوتا ہے ذکر لسانی کے حال میں کبھی کبھار جوارح کیلئے حرکات اور اقشعرار ہوتی ہے لیکن وہ اس درجہ پر نہیں ہوتا قوت اور شمولیت سے۔

(ترتیب السلوک فی طریق اللہ تعالی ص ۳۴)

۲۸۔ مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

(رشحۃ) سئلہ مولانا بدر الدین المیدانی الذی کان من کبار اصحاب الشیخ حسن البلغاری ووجد صحبۃ عزیزان ایضاً: ان ذکر الکثیر الذی امرنا بہ من عند الحق سبحانہ حیث قال عز اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ (الاحزاب الآیۃ ۴۱) ھل ھو ذکر اللسان او ذکر القلب؟ فقال: ھو فی حق المبتدی ذکر اللسان وفی حق المنتھی ذکر القلب۔ فان المبتدی یتکلف فی الذکر دائماً ویتعمل ویبذل روحہ واما المنتھی فانہ اذا وصل اثر الذکر الی قلبہ یکون جمیع اعضائہ وجوارحہ وعروقہ ومفاصلہ ذاکرۃ فیتحقق الذاکر فی ذلک الوقت بکونہ ذاکراً بالذکر الکثیر ویکون یرمہ الواحد فی ذلک الحال مساویاً لسنۃ غیرہ من الرجال۔ ترجمہ: رشحہ ذکر کثیر:

شیخ بدر الدین میدانی جو شیخ حسن بلغاری رحمہ اللہ کے اکابر ساتھیوں میں سے ہیں اور انہوں نے حضرت عزیزان رحمہ اللہ کی صحبت کو بھی پایا ہے، نے آپ سے پوچھا کہ ہم حق سبحانہ کی طرف

سے جس ذکر کثیر پر مامور ہیں جیسا کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ (الاحزاب الآیۃ ۴۱) یعنی اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو۔ یہ زبان کا ذکر ہے یا دل کا؟ حضرت عزیزان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مبتدی کیلئے زبان کا ذکر اور منتہی کیلئے دل کا ذکر ہے۔ مبتدی ہمیشہ تکلف و دشواری سے (ذکر) کرتا ہے اور سخت مشقت اٹھاتا ہے لیکن منتہی کے دل پر جب ذکر کا اثر پہنچتا ہے تو اس کے تمام اعضاء و جوارح اور رگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں اور اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہو جاتا ہے اور اس حالت میں اس کا ایک روز کا کام دوسروں کے ایک سال کے کام کے برابر ہوتا ہے۔ (رشحات عین الحیات ص ۷۲)

۲۹۔ (رشحۃ) قال قدّس سرہ: أن معنی قولھم: (إن اللہ ینظر فی الیوم واللیلۃ الی قلب المؤمن بنظر الرحمۃ ثلاث مائۃ وستین نظرۃ) ھو ان للقلب ثلاث مائۃ وستین روزنۃ الی جمیع الاعضاء وھی عبارۃ عن ثلاث مائۃ وستین عرقا فی البدن من الاوردۃ والشرایین متصلۃ بالقلب فاذا تأثر القلب من الذکر وبلغ مرتبۃ الکون منظوراً إلیہ بنظر خاص من الحق سبحانہ۔ تنشعب حینئذ آثار ذلك النظر من القلب الی جمیع الاعضاء حتی یشتغل کل عضو من الاعضاء بطاعۃ لائقۃ بحالہ فیصل الفیضُ الحاصل من تلك الطاعۃ الی القلب وذلك الفیض ھو المراد بنظر الرحمۃ۔

رشحہ: ذکر دل:

آپ فرماتے تھے کہ اس بات کا مطلب کہ حضرت حق سبحانہ ہر رات اور دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ مومن بندے کے دل پر نظر رحمت فرماتا ہے یہ ہے کہ دل تمام اعضاء کی جانب تین سو ساٹھ دریچے رکھتا ہے اور وہ دل سے متصل تین سو ساٹھ رگیں ہیں جو رگیں اور شریانیں ہیں۔ جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے تو اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ کی نظر خاص کا منظور بن جاتا ہے اور اس نظر کے آثار دل سے سب اعضاء کی طرف پھیل جاتے ہیں۔ پھر ہر عضو اپنے حال کے مطابق ایک طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس طاعت کے نور سے ہر عضو سے ایک فیض جس سے مراد نظر رحمت ہے، دل کو پہنچتا ہے۔ (رشحات عین الحیات ص ۷۲)

۳۰۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شیخ تمام باتوں سے خالی ہو اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا القا مرید پر منظور ہو متوجہ ہو اور توجہ قلبی مرید کی طرف مائل کرے کہ میری کیفیت جذب مرید میں اثر کر رہی ہے خیال کرے انشاء اللہ حسب استعداد نور برکتیں حاصل ہوں گی اور لطیفہ قلب کے جاری کرنے کے بعد

ہر لطیفہ پر تدریجا توجہ کرے اور اسی طرح انوار مراقبات ولطائف کے القا میں توجہ کرے اور اگر مرید موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔

(کلیات امدادیہ ص ۵۴ دار الاشاعت)

ذکر دینے اور توجہ کرنے کا طریقہ اقوال مشائخ کی روشنی میں:

۳۱۔ حضرت علامہ مولوی شاہ غوث محمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

یضع الشیخ یدہ علی قلب المرید تحت الثدی الایسر بفاصلۃ اصبعیہ ویلقنہ ذکر اسم الذات۔

ترجمہ: کہ شیخ اپنا ہاتھ مرید کے قلب پر رکھے جو کہ الٹی طرف پستان کے دو انگلی کے فاصلے پر نیچے واقع ہے اور اسے اسم ذات کی تلقین کرے۔ (طریقۃ الراشدین حجۃ المسترشدین ص ۹۲)

۳۲۔ حضرت علامہ الحاج فقیر اللہ ابن عبد الرحمن الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن علامات جریان الذکر القلبی ھو ان یرجع الی القلب بعد النوم ویجد قلبہ فی مقام الذکر وقد یتحرک راسہ موفقا للقلب من غیر اختیارہ ومنھا ان یستمع ھو فقط من قلبہ صوت الذکر وقد یسمع غیرہ۔

ترجمہ: ذکر قلبی کے جاری ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ یہ شخص نیند کے بعد جب قلب کی طرف رجوع کرلیتا ہے اور قلب کو مقام ذکر میں پالیتا ہے اور اس کا سر حرکت کرتا ہے قلب کے ساتھ بغیر اختیار کے اور ایک علامت یہ ہے کہ یہ اپنے قلب سے ذکر کی آواز خود سنتا ہے اور کبھی کبھار غیر بھی سنتا ہے۔ (قطب الارشاد ص ۵۶۱)

۳۳۔ مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وذکر فی (فصل الخطاب) أن کیفیۃ اشتغال خواجہ عبدالخالق الغجدوانی حجۃ فی الطریقۃ ومقبولۃ عندجمیع الفرق کان قدس سرہ مداوما علی طریق الصدق والصفاء ومتابعۃ الشریعۃ وسنۃ نبینا محمد المصطفیٰ ﷺ ومجانباً للنفس ومخالفا لھواھا وکان یسترسیرتہ السنیۃ عن نظر الاغیار تلقن الذکر القلبی ایام شبابہ عن الخضر علیہ السلام فکان یواظب علی الذکر المذکور وقبلہ حضرۃ الخضر علیہ السلام للوالدیۃ وامرہ بأن یغوص فی الحوض وان یقول بقلبہ تحت الماء لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ففعلہ الخواجہ وأخذ منہ ذلک واشتغل بہ ھنالک ففتح لہ انواع الفتوح والترقیات فوق ادراک المدارک۔

ترجمہ: کتاب فصل الخطاب میں آیا ہے کہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی روش طریقت میں حجت ہے اور تمام سلاسل میں مقبول ہے۔ آپ ہمیشہ صدق وصفا کے راستے میں اور حضرت

محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت وسنت کی پیروی اور بدعت وخواہش نفس کے اجتناب ومخالفت میں کوشاں رہے ہیں اور اپنی پاکیزہ روش کو غیروں کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ آپ نے جوانی میں حضرت خضر علیہ السلام سے ذکر قلبی کی تعلیم پائی ہے اور اس سبق پر ہمیشہ قائم رہے ہیں۔ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے ان کو فرزندی میں قبول فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ پانی کے حوض میں داخل ہو اور غوطہ لگاؤ اور دل میں کہو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خواجہ نے اسی طرح کیا ہے اور سبق کو حاصل کیا ہے اور کام میں مشغول ہوگئے اور کشادگیاں پائیں اور اول سے آخر تک آپ کے روزگار کا حال تمام خلقت کے ہاں مقبول ومحبوب تھا۔ (رشحات عین الحیات ص ۵۴)

نوٹ: بزرگان دین کے ان اقوال وکیفیات سے معلوم ہوا کہ قلب اور اسی طرح دیگر لطائف جاری ہوتے ہیں اللہ کے ذکر کے ساتھ مشائخ کی توجہات کی برکات سے قلب ودیگر لطائف اللہ کے ذکر میں جاری ہوتے ہیں اور جاری ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کا دل تیز حرکت کرتا ہے۔ کبھی اس ذکر کی آواز کو وہ خود سنتے ہیں اور کبھی دیگر لوگ بھی سنتے ہیں۔

۳۴۔ حضرت غوث الاسلام والمسلمین شاہ غلام عبد اللہ المجددی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اما تفضلات الٰہی بے توقف بحال بندہ توجہ فرمودن لطائف خمسہ من بذکر اسم ذات گویا گردید واین از خصائص ایشان است کہ بیک توجہ شریفہ لطائف خمسہ جاری بذکر الٰہی مے شود۔

ترجمہ: فقیر کے حال کو نہ دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے موافق ان کا توجہ فرمانا جس سے میرے پانچوں لطائف ذاکر ہوئے ان کی (میرے شیخ کی) خصوصیات میں سے ہے کہ ان کی ایک توجہ سے پانچوں لطائف ذکر الٰہی کے ساتھ جاری ہوجاتے ہیں۔ (مقامات مظہریہ ص ۲۷)

۳۵۔ تاج العرفا قطب اولیا عاشق اللہ جناب میر سید عبد الخالق نقشبندی فرماتے ہیں

می باید کہ شیخ بزرگوار دست مبارک خود رابلای لطیفہ قلب مرید بنہد بضرب شدید از قلب خود بقلب مرید توجہ نماید برای القا نور چنین نیت کند کہ الٰہی نور قلب پیران کبار کہ بقلب من عاجز خاکسار رسانیدہ بقلب این طالب برسان وقلب مرید از یک توجہ یا دو سہ بہ حرکت می آید وزندہ می شود وعلامت زندہ شدن دل وجد ورقص واضطراب است چونکہ دل بحرکت آید زندہ شود آن را فتح الباب گویند وبسیار مبارک است باید کہ برادران طریقت مبارک گویند۔

ترجمہ: چاہیئے کہ شیخ بزرگوار اپنے ہاتھ مبارک کو مرید کے قلب پر رکھے اور پوری قوت کے ساتھ اپنے قلب سے مرید کے قلب کی طرف توجہ کرے القائے نور کی خاطر اسی طریقے سے نیت کرے کہ اے باری تعالیٰ پیران کبار کے قلوب کے وہ انوار جو اس خاکسار عاجز کے قلب تک پہنچے ہیں اس طالب کے قلب تک پہنچادے اور مرید کا قلب (دل) ایک توجہ یا دو یا تین سے حرکت میں آجائیگا اور وہ قلب زندہ ہوجائے گا اور دل کے زندہ ہونے کی علامت وجد و رقص واضطراب ہے جب دل حرکت کرنے لگ جائے تو زندہ ہوجاتا ہے تو اسے صوفیاء کے نزدیک فتح الباب کہتے ہیں اور یہ بہت زیادہ مبارک ہے (یعنی دل کا زندہ ہوجانا اور حرکت کرنے لگ جانا صوفیاء کی توجہات کی برکت سے) چاہیئے کہ طریقت کے پیر بھائی اسے مبارکبادیں۔

(مجمع الدوائر بمع جامع الاسرار والانوار ص ۷)

فائدہ: حضرت مجدد رحمہ اللہ نے اسی لئے فرمایا کہ جو سفر ہم نے طے کرنا ہے وہ سات قدم ہے یعنی جب انسان کے سات لطائف ذاکر ہوجاتے ہیں تو انسان عارف ہوجاتا ہے۔ ہاں ہر شخص کی معرفت کی مقدار اس کے حال کے مطابق کم وزیادہ ہوتی رہتی ہے۔ (مقام افسوس یہ ہے کہ جو چیز طریقت کی اصل ہے لوگ اس کو نہ صرف چھوڑ چکے ہیں بلکہ اس کو درست تسلیم کرنے کو بھی تیار نہیں سیفی عفی عنہ۔)

۳۶۔ حضرت علامہ بدرالدین مجددی سرہندی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

درویشے بخدمت آنحضرت رسید، دل او چنان ذاکر شدہ بود کہ ہمنشین او استماع می نمود، لاسیما چون بخواب رفتے تا دور مسموع گشتے و از بعضے مشائخ عصر خلافت داشت و از حضرت ایشان نیز توقع این معنی وے را بود۔ حضرت ایشان فرمودند کہ مرد صاحب استعداد است، ما استیلائے ذکر و خلافت مشائخ وے رادر عجب و پندار داشتہ، راہ ترقی مسدود ساختہ است معالجہ او سلب این حال ست۔ دو روز نگذشتہ بود کہ آن حال را از وے سلب کردند۔ حیران شد و می نالید و اشک حسرت از چشمش می بارید۔ چند روز بحال وے توجہ نہ کردند۔ تا عجب و پندار از سر وے بدر رفت۔ بعد ازان در خلوت طلبیدہ بمعاملات و مقامات وے رانواختند کہ آن ذکر نسبت بآن زینہ اول ہم نمی تواند بود و وے بنقص حالت سابق معترف گردید۔

ترجمہ: ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا دل ایسا ذاکر تھا کہ اس کے قریب بیٹھنے والا بھی سن لیتا تھا اور بالخصوص جب وہ سو جاتا تھا تو دور سے سنائی دیتا تھا اور وہ کئی مشائخ سے خلافت حاصل کر چکا تھا اور آپ سے بھی اسے یہی توقع تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب استعداد ہے لیکن ذکر کے غلبے اور مشائخ کی خلافت نے اسے غرور اور خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کی ترقی کا راستہ بند ہو گیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کر لی جائے چنانچہ دو روز نہ گزرے ہوں گے کہ اس کی یہ کیفیت سلب کر دی گئی وہ حیران ہو گیا، روتا تھا اور اس کی آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی، آپ نے چند دنوں تک اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور اس طرح اس کا غرور اور خود پسندی دور ہو گئی اس کے بعد اس کے بعد اپ نے خلوت میں طلب فرما کر، معاملات اور مقامات سے نوازا کہ اس کا پہلا ذکر ان معاملات کے مقابلے میں پہلی سیڑھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا پھر وہ اپنی پہلی حالت کے نقص کا معترف ہوا۔

(حضرات القدس ج ۲ ص ۱۷۳)

نمبر ۳۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

پیر دل مردہ را زندہ گردانیدہ است و بہ مشاہدہ و مکاشفہ رسانیدہ (است) نزد عوام، احیای جسدی، عظیم الشان است و نزد خواص، احیای قلبی و روحی، برہان رفیع الشان است (خواجہ محمد پارسا)۔ قدس سرہ۔ در رسالہ (قدسیہ) می فرماید کہ احیای جسدی پیش اکثر مردم چون اعتبار داشت، اہل اللہ از آن احیا اعراض نمودہ بہ احیای روحی پرداختہ اند و متوجہ احیای دل مردۂ طالب گشتہ اند والحق کہ احیای جسدی نسبت بہ احیای قلبی، کالمطروح فی الطریق است و نظر بہ این، داخل عبث چہ، این احیا سبب حیات چند روزہ است و آن احیا، وسیلۂ حیات دائمی است، بلکہ گوییم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتی است از کرامات و دعوت ایشان مر خلق را بہ حق۔ جل سلطانہ۔ رحمتی است از رحمت ہای حق۔ جل سلطانہ۔ واحیای قلوب اموات، اینی است از آیت ہای عظمیٰ۔ ایشان امان ارض اند و غنیمت روزگارند (بہم یمطرون و بہم یرزقون) در شأن شان است کلام شان دواست و نظر شان شفا۔ ھم جلساء اللہ وھم قوم لا یشقیٰ جلیسھم ولا یخیب انیسھم۔

ترجمہ: کہ جسم کو زندہ کرنا دل کو زندہ کرنے کی نسبت بالکل بے کار چیز ہے۔ اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے۔ کیونکہ جسمانی چند روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے۔

بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ فی الحقیقت اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اور ان کا لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دنیا اللہ تعالیٰ کے رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ یہ لوگ زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ اور زمانے کے لئے غنیمت ہے۔ بھم یرزقون و بھم یمطرون (انھیں کے ذریعہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔ اور انہیں کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں) انہی کی شان میں ہے ان کی گفتگو دوا ہے۔ اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلیس ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔ اور نہ ان سے دوستی رکھنے والا نامراد ہوتا ہے۔
(مکتوبات امام ربانی، جلد ۲، مکتوب ۹۲)

فائدہ: لطیفۂ قلب جاری ہونے کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سالک کا دل نفسانی خواہشات کی بجائے محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے، غفلت دور ہو اور شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کرنیکا شوق پیدا ہو۔ ذکر جاری ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسکا دل حرکت کرنے لگے یا اسے کشف ہونے لگے بلکہ سالک کا اول و آخر مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہیئے نہ کہ کشف و کیفیات کا حصول۔

۳۸۔ مولانا سید عبد المالک نقشبندی مجددی لکھتے ہیں۔

تشریح: مکتوب نمبر ۱۱۵ میں بیان ہو چکا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ نے سیر و سلوک کی ابتداء قلب سے کی ہے اور آغاز سلوک میں قلب پر تجلی افعال کا اثر پڑتا ہے تو شیخ کامل کے باطن کی وساطت سے تجلی افعال کے اثرات سالک کے قلب پر پڑتے ہیں تو اس کا قلب ان کا احساس کرنے لگتا ہے اس احساس کے اثرات میں قلب کی حرکات میں اضافہ، درد، حرارت اور خوشی کا محسوس ہونا ہے اور یہ محسوسات ذکر قلبی کی علامت ہیں نیز لطیفہ روح پر بھی یہی علامت ظاہر ہوتی ہیں لیکن ایک سالک حقیقی کو یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ یہ احساسات تصوف کا مقصود و مطلوب نہیں ہیں کہ سالک انہیں پر خوش ہوتا رہے اور آگے نہ بڑھے۔ (شرح مکتوبات حضرت امام ربانی مسمی بہ دار المعرفت ص ۳۶۰ ج ۲)

دوران ذکر بدن اور ہاتھ وغیرہ کی حرکت کے دلائل:

۱۔ فضیلۃ الشیخ العارف باللہ عبد القادر عیسی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

[الحركة فی الذكر أمر مستحسن، لأنها تنشط الجسم لعبادة الذكر وهی جائزة شرعاً بدليل ما أخرجه الإمام أحمد فی مسنده والحافظ المقدسی برجال الصحيح من حديث

أنس رضى الله عنه قال: (كانت الحبشة يرقصون بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويقولون بكلام لهم: محمد عبد صالح. فقال صلى الله عليه وسلم: "ماذا يقولون؟" فقيل: إنهم يقولون: محمد عبد صالح. فلما رآهم فى تلك الحالة لم ينكر عليهم، وأقرهم على ذلك. والمعلوم أن الأحكام الشرعية تؤخذ من قوله صلى الله عليه وسلم وفعله وتقريره. فلما أقرهم على فعلهم ولم ينكر عليهم تبين أن هذا جائز.

وفى الحديث دليل على صحة الجمع بين الاهتزاز المباح ومدح رسول الله صلى الله عليه وسلم. وأن الاهتزاز بالذكر لا يُسمى رقصاً محرماً، بل هو جائز لأنه ينشط الجسم للذكر. ويساعد على حضور القلب مع الله تعالى؛ إذا صحت النية. فالأمور بمقاصدها، وإنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرىء ما نوى.

ولنستمع إلى الإمام على رضى الله عنه كيف يصف أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، قال أبو أراكة: (صلّيتُ مع على صلاة الفجر. فلما انفتل عن يمينه مكث كأنَّ عليه كآبة، حتى إذا كانت الشمس على حائط المسجد قيد رمح صلى ركعتين، ثم قلب يده فقال: والله لقد رأيت أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فما أرى اليوم شيئاً يشبههم. لقد كانوا يصبحون صفراً شعثاً غبراً، بين أيديهم كأمثال رُكَب المَعْزى، قد باتوا لله سجداً وقياماً، يتلون كتاب الله يتراوحون بين جباههم وأقدامهم. فإذا أصبحوا فذكروا الله مادوا [أى تحركوا] كما يميد الشجر فى يوم الريح، وهملت أعينهم حتى تَنْبَلَّ والله ثيابُهم)

["البداية والنهاية فى التاريخ" للإمام الحافظ المفسر المؤرخ إسماعيل بن كثير القرشى الدمشقى المتوفى 774هـ. ج8/ص6. وأخرجه أيضاً أبو نعيم فى "الحلية" ج1/ص76].

ويهمنا من عبارة الإمام على رضى الله عنه قوله: (مادوا كما يميد الشجر فى يوم الريح)، فإنك تجده صريحاً فى الاهتزاز، ويُبطل قولَ من يدّعى أنه بدعة محرمة، ويثبت إباحة الحركة فى الذكر مطلقاً

وقد استدل الشيخ عبد الغنى النابلسى رحمه الله بهذا الحديث فى إحدى رسائله على ندب الاهتزاز بالذكر. وقال: هذا صريح بأن الصحابة رضى الله عنهم كانوا يتحركون

حرکة شديدة في الذكر. على أن الرجل غير مؤاخذ حين يتحرك ويقوم ويقعد على أي نوع كان حيث إنه لم يأت بمعصية ولم يقصدها

ذکر میں حرکت:

ترجمہ: ذکر میں حرکت امر مستحسن ہے کیونکہ یہ بدن کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے اور اس کی دلیل امام احمد اور حافظ مقدسی کی روایت کردہ حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حبشی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رقص کر رہے تھے اور اپنی زبان میں کہہ رہے ہیں: "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیک بندے ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا کہہ رہے تھے عرض کی گئی کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے صالح بندے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو ناپسند نہیں فرمایا: اور ان کے اس فعل کو ثابت رکھا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ احکام شرعیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول فعل اور تقریر سے ماخوذ ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے فعل کو ثابت رکھا اور اس کو ناپسند نہ کیا تو ثابت یہ ہوا کہ یہ فعل جائز ہے۔ اس حدیث پاک میں جھوم جھوم کر نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھنے کی دلیل ہے۔ حرکت ذکر کو رقص کا نام نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ جسم کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے۔ اور دورانِ ذکر حضوری قلب کا باعث ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بندے کی نیت صحیح ہو کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے۔

حضرت ابو اراکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ دائیں طرف متوجہ ہوئے اور کچھ دیر بیٹھے رہے۔ آپ کے چہرے پر رنجیدگی کے آثار نمایاں تھے۔ پھر جب سورج ایک نیزے کی مقدار بلند ہوا تو دو رکعتیں ادا کیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو ملنے لگے پھر ارشاد فرمایا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے لیکن آج کوئی بھی ان کی مثل نظر نہیں آتا۔ بوقت صبح ان کے رنگ پیلے اور بال بکھرے اور گرد آلود ہوتے رات بھر اللہ کے حضور سجود و قیام میں رہتے. قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور سجود و قیام سے تسکین اور راحت حاصل کرتے۔ علی الصبح ذکر الٰہی کرتے اور اس طرح حرکت کرتے جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتا ہے۔ ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو رواں ہوتے کہ قسم بخدا ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔"

اس ساری عبارت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ "مادوا کما یمید الشجر فی یوم الریح، وھملت اعینھم حتی تنبل واللہ ثیابھم" قابل توجہ ہے کیونکہ یہ دورانِ ذکر جذب و حرکت پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اور جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ دورانِ ذکر حرکت کرنا بدعت محرمہ ہے ان کے دعوی کو باطل کرتا ہے اور مطلقاً ذکر میں حرکت کی اباحت کو ثابت کرتا ہے۔

شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث سے اپنے ایک رسالے میں دورانِ ذکر حرکت کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دورانِ ذکر سخت حرکت کیا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دورانِ ذکر اگر کوئی شخص حرکت کرتا ہے، بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نہ تو اس نے معصیت کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ہی اس کا قصد کیا۔ [والخلاصۃ:

یُفھم مما سبق أن الحرکۃ فی الذکر مباحۃ شرعاً. ھذا بالإضافۃ إلی أن الأمر بالذکر مطلق یشمل جمیع الأحوال ؛ فمن ذکر اللہ تعالی قاعداً أو قائماً، جالساً أو ماشیاً، متحرکاً أو ساکناً... فقد قام بالمطلوب ونفّذ الأمر الإلھی. فالذی یدّعی تحریم الحرکۃ فی الذکر أو کراھتھا ھو المطالَب بالدلیل، لأنہ یخصص بعض الحالات المطلقۃ دون بعض بحکم خاص

ترجمہ: خلاصۂ بحث: یہ ہے کہ ذکر میں حرکت شرعاً مباح ہے۔ مزید براں یہ کہ ذکر کا حکم مطلق ہے اور تمام احوال کو شامل ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے، چلتے ہوئے، جھومتے ہوئے اور بحالت سکون کیا، وہ امر الٰہی کو بجا لایا۔ اور جو شخص دورانِ ذکر وجد وجذب کی حرمت کا دعوی کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ دلیل پیش کرے۔ کیونکہ وہ مطلق حکم کو بلا دلیل مقید کرنا چاہتا ہے۔ (حقائق عن التصوف ص ۱۵۷)

الشیخ عبدالرحمٰن بن ابوبکر القادری فرماتے ہیں:

یقول الشیخ جمال الدین عبد اللہ بن حسام الدین أسد اباذی : وھذا صریح علی أن الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین کانوا یتحرکون فی الذکر حرکۃ شدیدۃ یمیناً وشمالاً، لأنہ شبہ حرکتھم بحرکۃ الشجر یوم الریح . ومن المعلوم أن الشجر فی یوم الریح یتحرك حرکۃ شدیدۃ. فثبت مطلقاً إباحۃ المیلان بھذا الأثر۔

ترجمہ: شیخ جمال الدین عبد اللہ بن حسام الدین اسد آبادی کہتے ہیں کہ یہ دلیل صریح ہے اس بات پر کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر میں حرکت کیا کرتے تھے حرکت شدیدہ کے ساتھ دائیں اور بائیں اسی لئے ان کی حرکت کو تشبیہ دی درخت کی حرکت کے ساتھ سخت اور تیز ہوا میں اور یہ بات معلوم ہے کہ درخت تیز ہوا میں حرکت شدیدہ کے ساتھ حرکت کرتے ہیں (پس مطلقاً ثابت ہوا اس اثر کے میلان کی طرف مطلقاً حرکت کرنا ثابت ہوا۔)

(مخطوطہ تحفۃ العباد وادلۃ الاوراد ص ۱۴۵آ)

امام القشیری فرماتے ہیں:

إشارة مشائخ الصوفية إلى جواز الحركة فى الذكر يقول الشيخ أبو على الدقاق: الحركة بركة. حركات الظواهر توجب بركات السرائر.

ترجمہ: ذکر میں حرکت کے جواز کی طرف مشائخ وصوفیاء نے اشارہ کیا ہے۔ شیخ ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہر کی حرکات اسرار کی برکات کو واجب کرتی ہیں۔

(الامام القشیری الرسالۃ القشیریۃ ص ۵۲)

الشیخ عبد الرحمن بن ابی بکر القادری فرماتے ہیں:

أشار بعض العلماء إلى أن الحكمة فى رفع اليدين فى التكبير من الصلاة: إشارة إلى التبرى مما سوى الله تعالى وإلقائه وراء ظهره. فان قيل: هذا الرفع مأثور، وحركة الذكر غير مأثورة. قيل: ما كل ما لم يرد فيه نص مردود على فاعله البتة. وإنما ما لم يرد فيه نص ووافق أصول الشريعة قبلناه. لكن هذا فيه نص وقد سلف من حديث على. ويقول: قال والدى (قدس الله تعالى روحه): ولم يرد عنه نهى عن الحركة فى الذكر، ولو كان فيها كراهة لبينها لأمته فى ماورد عنه.

ترجمہ: بعض علماء نے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ تکبیر افتتاح میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ما سوا اللہ کے چھٹکارہ مل جائے اور ما سوا اللہ کو پیٹھ پیچھے گرادے اگر کہا جائے کہ یہ رفع الیدین ماثور ہے اور حرکت ذکر غیر ماثور ہے تو کہا گیا ہے کہ ہر وہ جس میں نص وارد نہ ہو تو وہ مردود ہے اس کرنے والے پر خواہ مخواہ اور جس میں نص وارد نہ ہو اصول الشریعہ کے موافق ہو تو ہم اس کو قبول کریں گے لیکن ذکر کی حرکت میں نص ہے جو کہ حدیث عالی سے ثابت ہے اور کہتے ہیں کہ

میرے والد صاحب کہتے تھے کہ حرکت فی الذکر میں منع وارد نہیں ہے اگر اس میں کراہت ہوتی تو امت کیلئے بیان کرتے جو وارد ہوا ہے۔

(مخطوطہ تحفۃ العباد وادلۃ الوراد ص ۴۵ ب)

کسی بھی مسئلہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یا فتویٰ دیتے ہوئے احتیاط کا بیان:

اصول الافتاء:

اخرج ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ بسندہ الی عقبۃ بن مسلم قال صحبت ابن عمر اربعة وثلاثين شهرا فكثيرا ما كان يسئل فيقول: لا ادری ثم يلتفت الی فيقول: اتدری ما يريد هولاء؟ يريدون ان يجعلوا ظهورنا جسرا لهم الی جهنم۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ص۳۱۶ رقم۸۹۹)

ترجمہ: ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ عقبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چونتیس ماہ صحبت اختیار کی تو بہت مرتبہ ان سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ مجھے علم نہیں تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری پیٹھ ان کیلئے جہنم کا پل بن جائے۔

فائدہ: عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اتنی جلیل القدر ہستی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے باوجود بہت دفعہ پوچھے گئے سوال کے جواب میں فرماتے کہ مجھے (اس کا) علم نہیں۔

اخرج الخطیب بسندہ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: لقد رأيت ثلاثمائة من اهل بدر ما منهم من احد الا وهو يحب ان يكفيه صاحبه الفتوی۔

ترجمہ: خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سو بدری صحابہ کرام کو دیکھا ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ کوئی اور انکی جگہ فتویٰ دیکر انکی خلاصہ کروادیں۔

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بدری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علم کے بارے میں کتنی احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

عن عطاء بن السائب قال: ادرکت اقواما ان کان احدہم یسال عن الشیء فیتکلم وانہ یرعد۔

ترجمہ:عطاء بن سائب سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی قوم پائی کہ اگر ان میں سے کسی ایک سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو وہ بات کرتے ہوئے کانپنے لگتے تھے۔

وعن الاشعث عن محمدابن سیرین قال: کان اذا سئل عن شیء من الفقه، الحلال والحرام تغیر لونه وتبدل حتی کانه لیس بالذی کان.

ترجمہ:اشعث محمد ابن سیرین سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ جب ان سے فقہ کے حوالے سے حلال اور حرام کے متعلق پوچھا جاتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور بدل جاتا یہاں تک کہ وہ گھریا وہ،وہ نہیں رہا۔

عن احد تلامذة الامام مالك رحمة الله علیه قال: والله ان کان مالك اذا سئل عن مسالة کانه واقف بین الجنة والنار.

ترجمہ: امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم امام مالک سے جب کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو ان کا حال یہ ہوتا گویا کہ وہ جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا ہو۔

عن محمد بن واسع قال: اول من یدعی الی الحساب یوم القیامة الفقهاء.

ترجمہ: محمد بن واسع سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت جس کو سب سے پہلے حساب کیلئے بلایا جائے گا تو وہ علماء ہونگے۔

وعن سفیان بن عیینة رحمة الله علیه قال: یغفر للجاهل سبعون ذنبا قبل ان یغفر للعالم ذنب واحد.

ترجمہ:سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاہل کے ستر گناہ بخش دیئے جائیں گے اس سے پہلے کہ عالم کا ایک گناہ بخشا جائے۔

ذکر النووی رحمة الله علیه عن ابن مسعود وابن عباس رضی الله عنهم قالا: من افتی عن کل ما یسال فهو مجنون. (سنن الدارمی المقدمة باب ۱:۱۲۱ء)

ترجمہ:امام نووی نے ذکر فرمایا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے آپ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس نے فتویٰ دیا ہر اس مسئلے کا جو اس سے پوچھا جائے تو وہ دیوانہ ہے۔

قال ابن مهدی: سأل رجل مالکاً عن مسالة وذکر انه ارسل فیها من مسیر ستة اشهر من المغرب. فقال له: اخبر الزی ارسلك انه لا علم لی بها. قال ومن یعلمها قال من علمه الله وساله رجل عن مساله استودعه ایاھا اهل المغرب فقال ما ادری ما ابتلینا بهذه المسالة فی بلدنا ولا سمعنا احدا من اشیاخنا تکلم بها ولکن تعود فلما کان من الغد جاء ه وقد حمل ثقله علی بغلة یقودها. فقال مسالتی! فقال ما دری ما هی؟ فقال الرجل: یا ابا عبد الله ترکت خلفی من یقول لیس علی وجه الارض اعلم منك فقال مالك غیر مستوحش اذا رجعت فاخبرهم انی لا احسن.

ترجمہ: ابن مہدی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا اور انہوں نے ذکر کیا کہ اس کو اس مسئلے میں مغرب سے بھیجا گیا ہے جو کہ چھ ماہ پیدل کی مسافت پر ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے آپ کو بھیجا اس جا کر خبر دے دیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس مسئلہ کے بارے میں علم نہیں تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ کو علم نہیں تو کس کو علم ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے اور ایک شخص نے سوال کیا کسی مسئلے کے بارے میں جس کو اہل مغرب والوں نے یہ مسئلہ دے کر بھیجا تھا تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں اور اس شہر میں یہ مسئلہ در پیش نہیں آیا اور نہ ہی ہم نے اپنے مشائخ میں سے کسی شیخ سے اس مسئلے کے بارے میں کچھ سنا تو واپس لوٹ جا۔ جب کل کا دن آیا تو یہ شخص دوبارہ آیا اپنے سامان کو خچر پر سامان رکھ کر چلتے ہوئے امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ میرا مسئلہ؟ تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا جواب ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ اے عبد اللہ! کہ میں ایسے لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں جو آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر کسی خوف و خطر کے کہا کہ واپس جا کر ان سے کہہ دینا کہ میں اس مسئلے کے بارے میں بہتر نہیں جانتا ہوں۔

متی یحرم الافتاء: (فتویٰ دینا کب منع ہے؟)

لا یجوز علی الافتاء الا لمن استجمع هذه الشروط وصار مؤهلا لذلك ثم ان المفتی المؤهل ایضا لا یجوز له الافتاء فی الاحوال الا نیة.

الاول: اذا کان المفتی اهلا للافتاء بوجه عام ولکنه لا یعرف حکم المسئلة المسئول عنها بخصوصها ولا یتمکن من استنباطه او اشتبهت علیه الادلة ولم یتمکن من الترجیح وذلك لقول الرسول الکریم ﷺ القضاۃ ثلاثة واحد فی الجنة واثنان فی النار. فاما الذی فی الجنة فرجل عرف الحق وقضی به ورجل اعرف الحق فجاز فی الحکم فهو فی النار ورجل قفی للناس علی جهل فهو فی النار اخرجه ابوداؤد۔

ترجمہ: فتویٰ دینا جائز نہیں ہے مگر اس عالم کیلئے جس میں یہ شرائط جمع ہوں اور وہ اس کا اہل بن چکا ہو اور وہ مفتی جو افتاء کی اہلیت رکھتا ہو اس کیلئے بھی فتویٰ دینا جائز نہیں ہے آنے والے احوال میں۔

ا۔ مفتی جب افتاء کی اہلیت رکھتا ہو عام طریقے سے لیکن جس مسئلے کے بارے میں اس سے پوچھا گیا ہو خصوصیت کے ساتھ اس کا حکم نہ جانتا ہو اور اس کے استنباط پر قدرت بھی نہ رکھتا ہو اور اس پر ادلۃ مشتبہ ہو چکی ہوں اور ترجیح دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو ایسے مفتی کیلئے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ قاضی تین قسم پر ہے ایک جنت میں جائیگا اور دو جہنم میں جائیں گے پس جو جنت میں جائیگا وہ آدمی ہے جو حق جانتا ہو اور حق کے ساتھ فیصلہ کرے۔ دوسرا وہ آدمی جو حق کو جانتا ہو لیکن فیصلے میں دھوکہ بازی کرے تو وہ جہنمی ہے تیسرا وہ آدمی جو لوگوں کے فیصلے جہالت پر کرے پس یہ بھی جہنمی ہے۔

الرجوع عن الفتوی: (اگر غلط فتویٰ دے دیا تو کیا کرے)

یجب علی المفتی ان ظهر خطا فی فتواہ ان یرجع عن فتواہ السابقة وان لا یخجل من ذلك وجاء فی خطاب سیدنا عمر بن الخطاب الی ابی موسی الاشعری رضی الله عنهما: لا یمنعنك قضاء قصیته بالامس راجعت فیه نفسك وهدیت رشدك ان یراجع الحق فان الحق قدیم وان الحق لا یبطله شیء ومراجعة الحق خیر من التمادی فی الباطل۔

ترجمہ: رجوع عن الفتویٰ: مفتی پر واجب ہے کہ جب اسے اپنے فتویٰ میں خطا ظاہر ہو جائے تو سابقہ فتویٰ سے رجوع کرے اور اس پر شرمندہ نہ ہو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف جو خطبہ بھیجا اس میں لکھا تھا کہ ہرگز آپ کو منع نہ کرے وہ فیصلہ جو آپ نے کل کیا تھا پھر آپ کا نفس اس سے رجوع کرے اور تجھے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی گئی ہو کہ تو حق سے رجوع کرے اس لئے کہ حق قدیم ہے اور حق کو کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی اور حق کی طرف رجوع کرنا باطل میں رہنے سے بہتر ہے۔

اعلام المستفتی بالرجوع عن الفتوی۔

وقد اخرج الخطیب رحمۃ اللہ علیہ ان الحسن بن زیاد اللؤلؤی رحمۃ اللہ علیہ استفتی فی مسئلۃ فاخطا فلم یعرف الذی افتاہ فکتری منادی ینادی ان الحسن بن زیاد استفتی یوم کذا و کذا فی مسئلۃ فاخطا فمن کان افتاہ الحسن بن زیاد بشیء فیرجع الیہ۔ فمکث ایاما لا یفتی حتی وجد صاحب الفتوی فاعلمہ انہ قد اخطا وان الصواب کذا و کذا۔

ترجمہ: خبر دینا اپنے فتویٰ سے مستفتی کو رجوع کرنے کے بارے میں: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے کہ حسن بن زیاد لؤلؤی سے ایک مسئلے کے بارے میں پوچھا گیا جس میں ان سے خطا ہو گئی تھی اور وہ اس شخص کو نہیں پہچانتے تھے جس کو انہوں نے فتویٰ دیا تھا تو انہوں نے ایک آواز لگانے والے شخص کو مقرر فرمایا کہ حسن بن زیاد سے فلاں دن فلاں مسئلہ کے متعلق جو پوچھا گیا تھا اس میں ان سے خطا ہو گئی تھی پس حسن بن زیاد نے جس کو فتویٰ دیا تھا وہ شخص ان کی طرف رجوع کر لے اور حسن بن زیاد کچھ دن ٹھہرے اور فتویٰ نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ صاحب فتویٰ کو پالیتے اور اسے خبر دے دیتے کہ وہ فلاں مسئلے میں خطا ہوئے تھے اور حق مسئلہ فلاں فلاں اس طرح تھا۔

(الفقیہ والمتفقہ ۴۲۴ رقم ۱۲۰۹ باب رجوع المفتی عن الفتوی)

مسئلہ: کسی چیز کا علم نہ ہونا اس کے عدم کی دلیل نہیں:

۱۔ واقول اما قولہ لا اعلم لھذا المولد اصلا فی کتاب ولا سنۃ فیقال علیہ نفی العلم لا یلزم منہ نفی الوجود۔

(الحاوی للفتاوی جلد: ۱ صفحہ ۱۹۲)

۲۔ لا نترک لما یحصل عندھا من منکرات (شامی جلد نمبر ا صفحہ ۶۶۵)

۳۔ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: عدم علم وقوع کو مستلزم ہیں (تفسیر بیان القرآن ص ۷۵۲)

۴۔ عدم النقل لا ینفی الوجود (فتح القدیر ج ا صفحہ ۲۰ مکتبہ سکھر)۔

۵۔ ہمارے نہ جان سکنے سے عدم وجود لازم نہیں آتا۔ (بیان القرآن ص ۳)

۶۔ کسی شی کے علم نہ ہونے سے معدوم ہونا لازم نہیں۔ (بیان القرآن ص ۵)

۷۔ لانا نقول ان عدم الوجدان لا یقتضی عدم کونہ فی الکتاب۔

(نور الانوار مبحث القیاس)

۸۔ **والاحتجاج بلا دلیل**۔۔۔ عند الجمھور لیس بحجۃ اصلا لا فی النفی ولا فی الاثبات لقولہ تعالی وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاری تلک امانیھم قل ھاتوا

برھانکم ان کنتم صدقین امر النبی ﷺ بطلب الحجۃ والبرھان علی النفی والاثبات جمیعا نور الانوار حاشیہ ۴ قولہ وعند الجمھور ای من اصحابنا والشافعیۃ لیس بحجۃ اصلا فات عدم وجدان الدلیل لا یوجب انتفاء الدلیل فی الواقع

ترجمہ: یعنی کسی شیَ کا عدم نقل اس کے وجود کی نفی نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نہ پانے سے یہ لازم نہیں کہ یہ قرآن میں نہیں کیونکہ ہمارا نہ پانا قرآن پاک میں یہ لازم نہیں کرتا کہ یہ قرآن کریم میں نہیں بغیر دلیل حجت قائم کرنا۔۔۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ سرے سے حجت ہی نہیں نہ نفی میں نہ اثبات میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اور انہوں نے کہا کہ جنت کو صرف یہود و نصاری جائیں گے یہ صرف ان دونوں فریق کے لئے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کی آرزو اور خواہشات ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اگر آپ سچے ہو تو دلیل پیش کرو اللہ پاک نے حضور ﷺ کو حکم دلیل قائم کرنے کی نفی اور اثبات دونوں پر اپنے مدعیٰ پر یہود و نصاری سے طلب کرنے کا دیا۔ شوافع واحناف کے جمہور علماء کا یہ حکم ہے کہ احتجاج بلا دلیل سرے سے دلیل نہیں کیونکہ نہ پانا مدلول کا نفی حقیقت میں نہیں کرتا۔

(قمر الاقمار علی نور الانوار ص ۲۴۱)

۱۰۔ شاہ انور شاہ کشمیری صدر مدرس دیوبند رقمطراز ہے:

ان الوجوب والحرمۃ یتبعان الامر والنھی دون النظر المعنوی فلا یجب الشی ولا یحرم الا بالامر والنھی دون النظر المعنوی فلا یجب الشی ولا یحرم الا بالامر والنھی

یعنی کسی چیز کا واجب ہونا یا حرام امر و نہی کے تابع ہیں نظر معنوی کے تابع نہیں تو بغیر امر و نہی کے کوئی چیز واجب و حرام نہیں ہو سکتی۔ مسائل امر و نہی سے لئے جاتے ہیں لوگوں کی طبیعتوں سے نہیں۔

(فیض الباری شرح بخاری جلد 2 ص ۱۱۸ المسائل انما توخذ الامر والنھی لا من اذواق الناس

۱۱۔ ابن ماجہ میں ہے باب اجتناب الرای والقیاس: پر صاحب انجام الحاجۃ تحریر فرماتے ہیں:

ای القیاس المذموم وھو ما کان من جھۃ رایہ لا القیاس المستنبط من الکتاب والسنۃ فانہ فی حکمیا واول من قاس برایہ ابلیس حیث قال خلقتنی من نار و خلقتہ من طین

جو قیاس اپنی رائے سے ہو وہ مذموم ہے اور جو قیاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مستنبط ہو وہ مذموم نہیں وہ تو اس کے حکم میں ہے اپنی رائے سے پہلے پہل قیاس ابلیس نے کیا جیسا کہ کہا کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے (یعنی مٹی سے)۔

(ابن ماجہ ص ٦)

١٢۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لم یزل امر بنی اسرائیل معتدلا حتی نشأ فیھم المولدون وابناء سبایا الامم فقالوا بالرای فضلوا واضلوا۔

سبایا جمع ہے سبی کی قیدی بیان اللسان۔

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل کا کام ہمیشہ برابر و صحیح رہا یہاں تک کہ ان میں دوسری قوموں سے بچے پیدا ہوئے جو کہ (لونڈیوں) عورتوں سے تھے تو انہوں نے دین میں اپنی رائے داخل کی تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔

(ابن ماجہ ص ۷)

جب مانعین کی رائے چونکہ قیاس شرعی نہیں کیونکہ نہ تو یہ مجتہدین ہیں اور نہ ان کی رائے مستنبط ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے بلکہ قرآن اور سنت پر جھوٹ یہی کہتے ہیں کیونکہ قرآن پاک اور سنت رسول اللہ ﷺ کے حوالہ جات کو آپ نے تفاسیر معتبرہ سے دیکھا اور حکم خداوندی تو یہ ہے کہ: وکونوا مع الصادقین۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۹۔

اللہ پاک نے مؤمنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اور رہو ساتھ سچوں کے۔

١٣۔ **مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:** اور کونوا مع الصادقین میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ صفت تقوی حاصل ہونے کا طریقہ صالحین و صادقین کی صحبت اور عمل میں ان کی ہی موافقت ہے:

معارف ج ۲ صفحہ ۴۸۵۔

واللہ ورسولہ اعلم

تمت بالخیر

حررہ سید عبد الحق شاہ حنفی ترمذی سیفی